سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان | ۲۱/۲۸ شعبان ۱۴۱۴ھ | ۳/۱۰ تبلیغ ۱۳۷۳ ہش | ۳/۱۰ فروری ۱۹۹۴ء

"قومیں اُس سے برکت پائیں گی اور وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔"
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

لنڈن کی پہلی عظیم
تاریخی مسجد
جس کا سنگِ بُنیاد ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو سیّدنا حضرت مُصلح موعود رضی اللہ عنہُ کے دستِ مُبارک سے رکھا گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ کی اپنے دستِ مُبارک سے لکھی گئی اس تاریخی تحریر کا عکس جو مسجد کی قبلہ رُخ دیوار پر محراب کی جانب لگائی گئی ہے۔ اس تحریر کا ایک ایک لفظ صداقتِ مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور صداقتِ احمدیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر
قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

میں میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر انگلستان میں بلند ہو اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے آج ۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی تقویٰ۔ انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز و نائب محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لئے روحانی سورج کا کام دے اے خدا تو ایسا ہی کر

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء

شبیہ مُبارک سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المُصلح الموعود رَضِیَ اللہُ عَنہُ

مُدیر: مُنیر احمد خادم
نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ ... قادیان

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۳-۱۰ تبلیغ ۱۳۷۳ ہش

اِک نشاں کافی ہے......!

جن دنوں یورپ کے دیگر ممالک تو درکنار دُنیا کے مطلق العنان حاکم انگلینڈ (GREAT BRITAIN) کے دارالسلطنت لنڈن میں بھی مسلمانوں کی کوئی مسجد نہ تھی، سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہُ کے قلبِ مطہر میں آج سے پون صدی قبل لنڈن میں خانۂ خُدا کی تعمیر کا مبارک خیال پیدا ہُوا۔

باقی مُسلمان تو ان دنوں اپنے آپسی اختلافات میں مصروف تھے۔ بعض مذہبی اختلافات کو ہَوا دے رہے تھے۔ اور فرقوں کے فرقے دائرۂ اِسلام سے خارج کئے جا رہے تھے۔ اور کچھ سیاسی اختلافات کی آندھیوں میں گھرے اپنے آپ کو قوم کے ہیرو بنانے میں مصروف تھے۔ ان ایّام میں جماعتِ احمدیہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر تمام دُنیا میں مساجد کے منصوبے بنا رہی تھی۔ دوسری طرف اِسلام کے یہ ٹھیکیدار جماعتِ احمدیہ کے افراد کو کافر کہہ کر اور انگریزوں کے پِٹھو بتا کر اپنی مساجد میں نمازیں پڑھنے سے روک رہے تھے۔ بے عزّت کر کے مساجد سے باہر نِکال رہے تھے۔ ایک شدید معاندِ احمدیت عبد الاحد خانپوری نے اس کا نقشہ یُوں کھینچا ہے:-

"طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت ذلیل و خوار ہُوئے۔ جمُعہ و جماعات سے نکالے گئے۔ اور جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے اس میں سے بے عزّتی کے ساتھ باہر کئے گئے۔ اور جہاں قیصرِی باغ میں نمازِ جُمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً ردّ کئے گئے۔"

(اظہار مخادعت ص۲ مؤلفہ عبد الاحد خانپوری مطبع چودھویں صدی راولپنڈی)

مشہور مؤرخِ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی تحقیق کے مطابق مُلّاں حضرات جس وقت احمدیوں کو اپنی مساجد سے نِکال رہے تھے، سنہ ۱۹۲۰ء تک پُورے برِّصغیر میں جماعتِ احمدیہ صرف سات مساجد کی تعمیر کر سکی تھی۔ ایسی کس مپرسی کے عالم میں حضرت مُصلح موعُود رضی اللہ عنہُ نے لنڈن میں مسجد کی تعمیر کا پروگرام بناتے ہوئے ۹ر جنوری ۱۹۲۰ء کو خُطبہ جُمعہ میں اِس کا اعلان فرمایا اور گیارہ جنوری تک صرف قادیان کا چندہ گیارہ ہزار روپے پہنچ گیا تھا۔ اس موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:-

"اس غریب جماعت سے اس قدر چندہ کی وصُولی خاص تائیدِ الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل اِس چندہ کے ساتھ شامل ہے۔"

بالآخر ۱۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء کو اس عظیم تاریخی مسجد کا سنگِ بُنیاد سیّدنا حضرت مُصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے ساؤتھ فیلڈ لنڈن میں اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔ دس ماہ کے قلیل عرصہ میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اور خدا کے فضل کے نتیجہ میں تعمیر ہونے والی اس مسجد کا نام حضور رضی اللہ عنہُ نے مسجد فضل رکھا۔ اس کا اِفتتاح ۳ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کے دِن عمل میں آیا۔

اِس پر امرتسر شہر — جی ہاں! وہی امرتسر شہر جہاں کی مساجد سے دھکّے مار مار کر احمدیوں کو باہر نکالا گیا تھا، کے اخبار "تنظیم" نے اپنی ۲۸ر دسمبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں لکھا:-

"احمدیہ جماعت کے استعدادِ عمل اور قوّت و قابلیّت کا اصل اندازہ مسجد الفضل لنڈن کی تعمیر و تکمیل کے کام سے لگایا جا سکتا ہے۔ سرزمینِ انگلستان میں یہ پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے روپے سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ تعمیرِ مسجد کی تحریک ۶ر جنوری ۱۹۲۰ء میں امیر جماعتِ ا[illegible] (حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ۔ ناقل) نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی، اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع و طاعت کا نمونہ اَور کیا ہو سکتا ہے کہ ۱۰ر جون تک ساڑھے اٹھتّر ہزار روپے نقد اس کارِ خیر کے لئے جمع ہوگیا تھا۔ کیا یہ واقعہ نظم و ضبط اور ایثار و [illegible] کی حیرت انگیز مثال نہیں؟"

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ جس سال حضرت مصلح موعود رضؓ نے مسجد فضل لنڈن کے سنگِ بُنیاد کی تقریب کے لئے سفر اختیار کیا تھا، ساتھ ہی "احمدیت" کے عنوان سے حضور رضی اللہ عنہُ کا ایک لیکچر بھی ویمبلے کانفرنس میں سُنایا گیا۔ آپ کو آپ کے اس تاریخی دورۂ لنڈن سے قبل خدا نے بتا دیا تھا کہ آپ ایک "اولو العزم فاتح" کی حیثیّت سے یہ سفر کر رہے ہیں۔ گویا یہ مسجد اور یہ لیکچر احمدیت کی عالمگیر فتح کا ایک نشان بن جائیں گے۔ اور وہ وقت دُور نہیں جب یہ مسجد عالمگیر طور پر پیغامِ احمدیت پہنچانے کا ایک ذریعہ بن جائے گی۔

اِس تاریخی مسجد کے سنگِ بُنیاد کے موقع پر حضرت مصلح موعُود رضی اللہ عنہُ نے فرمایا تھا:-

"مَیں میرزا بشیر الدین محمُود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعتِ احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے خدا کی رضا کے حصُول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالےٰ کا ذکر انگلستان میں بلند ہو۔ اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حِصّہ پاویں جو ہمیں ملی ہے۔ آج ۲۰ر ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ کو اِس مسجد کی بُنیاد رکھتا ہوں۔ اور خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مَردوں اور عورتوں کی اِس مخلصانہ کوشش کو قبُول فرمائے اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی تقوٰی انصاف اور محبّت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمّد مصطفےٰ خاتم النّبیّین صلّے اللہ علیہ و سلّم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز و نائب محمد علیہما الصلوٰۃ و السّلام کی نورانی کِرنوں کو اس مُلک اور دُوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لئے رُوحانی سُورج کا کام دے۔ اَے خُدا تُو ایسا ہی کر۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء۔"

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آج مسجد فضل لنڈن صداقتِ مسیح موعودؑ اور صداقتِ مصلحِ موعودؓ کا ایک عظیم نشان بن چکی ہے۔ اس مسجد کے متعلق آج سے ستّر سال قبل جو پیشگوئی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے کی تھی آج وہ مِن و عن پُوری ہو چکی ہے۔ آج یہ بابرکت مسجد مُسلم ٹیلی ویژن احمدیّہ کی نشریات کے ذریعہ دن و رات نیکی، تقوٰی، انصاف اور محبّت کے خیالات کو پھیلانے کا مرکز بن چکی ہے۔ اور حضرت محمّد مصطفےٰ خاتم النّبیّین صلّے اللہ علیہ وسلّم اور حضرت احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السّلام کی رُوحانی کرنوں کو تمام دُنیا میں پھیلانے کے لئے ایک رُوحانی سُورج کا کام دے رہی ہے — ! فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک

صاف دِل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار
(دُرِّ ثمین)

(مُنیر احمد خادم)

رمضان
خُدا کی عبادت اور غریب انسانوں کی خدمت و ہمدردی کا درس دیتا ہے

درس القرآن

تمام دینوں پر اسلام کا غلبہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا!

از علّامہ زمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ :- وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔

تفسیر :- امام محمود بن عمر الزمخشری (وفات: ۵۳۸ھ) اپنی تفسیر "الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل" میں آیت مندرجہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام دینوں پر اسلام کا غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوگا۔ اور یہ غلبہ دلائل و براہین اور آیاتِ ربانیہ کے ذریعہ سے ہوگا۔
(تفسیر الکشاف الجزء الثالث ص۴۶۸ مطبوعہ مصر)

○

درس الحدیث
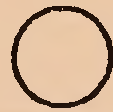
اسلام کے غلبہ کیلئے اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو صالح بیٹا عطا کرے گا!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ۔ (مشکوٰۃ : باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوں گے آپ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی۔

● — اس حدیث کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ فَفِیْ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰهَ یُعْطِیْهِ وَلَدًا صَالِحًا یُشَابِهُ اَبَاهُ وَلَا یَاْبَاهُ وَیَكُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُكْرَمِیْنَ، وَالسِّرُّ فِیْ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُبَشِّرُ الْاَنْبِیَاءَ وَالْاَوْلِیَاءَ بِذُرِّیَّةٍ اِلَّا اِذَا قَدَّرَ تَوْلِیْدَ الصَّالِحِیْنَ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام حاشیہ ص۵۷۸)

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس اَمر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مسیح موعود کو صالح بیٹا عطا کرے گا جو اپنے باپ کے مشابہ ہوگا اس کے برعکس نہ ہوگا۔ اور وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوگا۔ اور اولاد کی بشارت عطا ہونے میں راز کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ انبیاء اور اولیاء کو جب اولاد کی بشارت دیتا ہے تو اس اولاد کا صالح ہونا لازماً مقدّر ہوتا ہے۔

◉ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو فرزندِ موعود کی درج ذیل الفاظ میں بشارت دی :-

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ عَمْوَائِیْلُ وَبَشِیْرٌ اَنِیْقُ الشَّكْلِ دَقِیْقُ الْعَقْلِ
مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ یَاْتِیْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْفَضْلُ یَنْزِلُ بِنُزُوْلِهٖ وَهُوَ نُوْرٌ مُبَارَكٌ وَطَیِّبٌ
مِنَ الْمُطَهَّرِیْنَ یُفْشِی الْبَرَكَاتِ وَیُغَذِّی الْخَلْقَ مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَیَنْصُرُ الدِّیْنَ۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۷۷)

یعنی — ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ اس کا نام عمنوایل اور بشیر ہوگا۔ وہ خوش شکل اور وجیہہ ہوگا وہ صاحب عقل وفہم ہوگا۔ وہ آسمان سے آئے گا اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا اور وہ نور ہوگا اور برکت دیا جائے گا اور مطہر لوگوں میں سے ہوگا۔ اس کی برکتیں پھیلیں گی۔ وہ مخلوق کو پاکیزہ (یعنی رُوحانی) غذا دے گا اور دین کا مددگار ہوگا ۞

یہود کی مذہبی کتاب طالمود میں پیشگوئی مصلح موعودؓ

طالمود یہود کی احادیث کی کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں جوزف برکلے نامی انگریز نے شائع کیا ہے۔ اس میں مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی کے ضمن میں مُصلح موعود کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔

"IT IS ALSO SAID THAT HE (THE MESSIAH) SHALL DIE AND HIS KINGDOM DESCEND TO HIS SON AND GRANDSON."

(طالمود بائی جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ ۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء)

ترجمہ :- یہ بھی روایت ہے کہ مسیح (اپنی آمدِ ثانی کے بعد) وفات پا جائیں گے اور اُن کی بادشاہت اُن کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی!!

مُصلح موعودؓ اور بزرگانِ اسلام

امام یحییٰ بن عقبؒ کی پیشگوئی

حضرت امام شیخ احمد بن علی نے ۶۴۴ھ میں ایک کتاب "شمس المعارف الکبریٰ" تصنیف فرمائی۔ ۱۹۰۸ء کے دوران یہ کتاب ہندوستان میں آئی اور خاندان حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے ایک فرد منشی لیسین علی نامی نے اس کا ترجمہ کیا۔ اس کتاب کی جلد سوم صفحہ ۳۲۹ پر مصنف نے حضرت امام یحییٰ بن عقبؒ کا آخری زمانے کے بارے میں منظوم کلام درج کیا ہے جس میں مہدی کی آمد اور اس کے خلفاء کا حال بطور پیشگوئی کے درج ہے۔ اس کے خلیفہ دوم کا نام نامی محمود ظاہر کیا گیا ہے۔ اس کے بعض اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

ویظہر فی السماء عظیم نجم ۔۔۔ لہٗ ذنب کمثل الریح عالٍ
آسمان پر ایک دُمدار ستارہ طلوع کرے گا ۔۔۔ اور اس ستارہ کی دُم بگولہ کی طرح لمبی ہوگی

فتلک دلائل المھدی حقاً ۔۔۔ سیملک للبلاد بلا محالٍ
یہ مہدی کی سچی نشانیاں ہیں ۔۔۔ وہ تمام ممالک کا مالک ضرور ہو جائے گا

اذا ما جاءھم العربی حقاً ۔۔۔ علیٰ عمل سیملک لا محالٍ
مقدر ہے کہ (مہدی کے بعد) ایک عربی النسل شخص آئیگا ۔۔۔ اور وہ اس اہم منصب پر یقینی طور پر فائز ہوگا

ومحمود سیظہر بعد ھٰذا ۔۔۔ ویملک الشام بلا قتالٍ
اور اس کے بعد محمود ظاہر ہوگا ۔۔۔ اور وہ شام کا بغیر لڑائی کے مالک ہو جائیگا

وعندنا منہ یوم عظیم ۔۔۔ سیقتل فیہ شبان الرجالٍ
اور ہمارے نزدیک اس کے عہد میں ایک سخت زمانہ آئیگا ۔۔۔ جس میں جوان لوگ قتل کئے جائیں گے (لڑائی ہوگی)

ان ابیات میں مہدی کی آمد۔ ذوالسنین ستارہ کا طلوع اور اس کے بعد ایک عربی النسل شخص کا اس کے مسند پر بیٹھنا اور پھر محمود کے ظاہر ہونے اور اس کے عہد میں ہونے والی لڑائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت نعمت اللہ ولیؒ کی پیشگوئی

حضرت نعمت اللہ ولیؒ ہندوستان میں اپنی ولایت اور اہلِ کشف ہونے کو شہرت رکھتے تھے۔ اُن کا زمانہ ۵۶۰ھ ان کے دیوان کے حوالہ سے بتایا گیا ہے۔ آخری زمانہ کے بارہ میں اُن کا ایک قصیدہ ہے۔ اور یہ قصیدہ "اربعین فی احوال مہدیین" کے ساتھ شامل ہے۔ یہ رسالہ ۲۵ محرم الحرام ۱۲۶۸ھ میں طبع ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل پیشگوئی دربارہ مہدی و مصلح موعود ہے۔ ؎

غین و رے سال چوں گذشت از سال ۔۔۔ بوالعجب کاروبار مے بینم
اح م د مے خوانم! ۔۔۔ نام آں نامدار مے بینم
تا چہل سال اَے برادرِ من ۔۔۔ دورِ آں شہسوار مے بینم
دورِ او چوں شود تمام بکام ۔۔۔ پسرش یادگار مے بینم

ان اشعار کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نشانِ آسمانی میں یوں درج فرمایا ہے :-

(۱) "یعنی بارہ سو سال کے گزرتے ہی عجیب عجیب کام مجھ کو نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تیرھویں صدی کے شروع ہوتے ہی ایک انقلاب دُنیا میں آئے گا۔ اور تعجب انگیز باتیں ظہور میں آئیں گی۔ اور ہجرت کے ۱۲۰۰ سال گزرنے کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ بوالعجب کام ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے۔"

(۲)۔ "کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ نام اس امام کا احمد ہوگا۔"

(۳)۔ "اس روز سے جو وہ امام مُلہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کریگا۔ چالیس برس تک زندگی کریگا۔"

(۴)۔ "جب اُس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائیگا۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اس کے نمونہ پر ہوگا۔ اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائیگا اور اس کے بعد اُس کا یادگار ہوگا۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ کے الہامی الفاظ!

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت اور پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے، اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم، اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل و الآخر۔ مظہر الحق والعلاء۔ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ایک موعود بیٹے کی بشارت

منظوم کلام حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مُصلح موعُود کی پیشگوئی کا مصداق

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ارشادات کی روشنی میں

—— (۱) ——

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو جب سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر پیدا ہوئے تو آپؑ نے ان کی پیدائش کی اطلاع اس اشتہار کے ذریعہ جس کا عنوان "تکمیلِ تبلیغ" تھا یوں شائع فرمائی :-

"خدائے عزّ وجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء اور اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اوّل کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اُولو العزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدتِ مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّ وجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا ؎

اَے فخرِ رُسل قربِ تو معلومم شد ... دیر آمدہٗ زِ راہِ دُور آمدہٗ

پس اگر حضرت باری جلشانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی۔ تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔"

اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مُصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق سیدنا محمود کو ہی قرار دیا اور تفاؤل کے طور پر نام بھی بشیر الدین محمود رکھا مگر کامل انکشاف کے بعد صحیح اطلاع دینے کا وعدہ فرمایا۔ سو حضور علیہ السلام ایفائے عہد فرماتے ہیں اور کامل انکشاف کے بعد مختلف اوقات میں متفرق مقامات پر اس سے اطلاع دیتے ہیں۔

—— (۲) ——

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں مصلح موعود کے بارے میں یوں انکشاف فرماتے ہیں :-

"محمود جو میرا بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی مع محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارہ میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔"

—— (۳) ——

جب سراج منیر مئی ۱۸۹۷ء میں طبع ہوئی تو حضور نے اس کتاب میں ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو اس بارہ میں بھی اعلان فرمایا کہ جس لڑکے کے متعلق سبز اشتہار میں پیشگوئی تھی وہ پیدا ہو چکا ہے اور وہ محمود احمد ہے۔ فرمایا :-

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔" (سراج منیر ص ۳۲)

—— (۴) ——

"ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل سے سوچو۔"

(سراجِ منیر ص ۳۴ حاشیہ)

—— (۵) ——

۱۸۹۷ء کے بعد ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو حضور علیہ السلام تریاق القلوب میں پھر اس انکشاف سے اطلاع دیتے ہیں۔ فرمایا :-

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔" (تریاق القلوب ص ۴۰)

—— (۶) ——

"محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا۔ پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا...... پھر جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل طور پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر "تکمیل تبلیغ" موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے ص ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے

اَے فخرِ رُسل قربِ تو معلومم شد + دیر آمدہٗ زِ راہِ دُور آمدہٗ

(تریاق القلوب ص ۴۲)

—— (۷) ——

اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں نزول المسیح کے صفحہ ۱۹۲ پر پیشگوئی ۴۹ میں انکشاف کامل متعلق مصلح موعود کا یوں اظہار فرمایا ہے :-

"مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ قبل از ولادت بذریعہ اشتہار کے وہ پیشگوئی شائع ہوئی۔ پھر بعد اس کے وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھی رؤیا کے مطابق محمود احمد رکھا گیا۔ اور یہ پہلا لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔"

—— (۸) ——

حقیقۃ الوحی کے ص ۲۱۷ پر پھر آپ اس انکشاف سے اطلاع دیتے ہیں۔ یہ تحریر اگست ۱۹۰۶ء کی ہے جو مئی ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی :-

"چوتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا (بشیر اوّل) فوت ہو گیا تھا۔ اور مخالفوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ تب خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمود ہوگا۔ اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔ تب میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی۔ اور ابھی ستر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گذرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۷)

—— (۹) ——

"میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارہ میں یہ بشارت ہے کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کی۔ جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۳۶۶)

پس اگر ہم مندرجہ بالا آٹھ اطلاعات پر سنجیدگی سے غور کریں اور سوچیں کہ وہ کونسا لڑکا ہے جس کی پیدائش کی بشارت سبز اشتہار میں دی گئی تھی۔ اور بشیر اوّل کے بعد بلا توقف نو سالہ میعاد میں یعنی ۲۲ مارچ ۱۸۹۵ء کے اندر پیدا ہوا اور اس کا نام بھی الہام کی بناء پر محمود احمد رکھا گیا۔ تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق [۴]

[۴] سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے پُر معارف ارشادات کے چند نمونے

حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن کا ایک لیکچر

سنہ ۱۹۰۶ء میں جبکہ ابھی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی عمر قریباً ۱۸ سال کی تھی آپ نے توحید پر ایک لیکچر دیتے ہوئے موجودہ زمانہ کے متعلق فرمایا۔

"یہ وہ وقت ہے کہ خدا کا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے اور قریب ہے کہ وہ دنیا کو ہلاک کرے مگر۔ اتقوا ہی) وہ اس وقت خزانہ کھول کر بیٹھا ہے تاکہ جو سوال کرے وہ اپنے سوال سے بڑھ کر پاوے اس زمانہ کی نسبت ہر قوم اور ہر مذہب میں پیشگوئیاں ہیں۔ اسی میں خدا کے مامور کی اور شیطان کی آخری جنگ ہوگی یہاں تک کہ پارسیوں میں بھی پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں جس کی فلاں مثالیں نشانیاں ہوں گی۔ اہرمن دیو یعنی شیطان اور یزدان (مُراد ہے کہ یزدانی لوگ) کی آخری جنگ ہوگی اور شیطان بالکل قتل کر ڈالا جائے گا۔ پس یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ لوگوں نے مال و زر کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے اور گویا کہ خدا کا شریک ٹھہرایا ہے۔ یہ وقت تھا کہ خدا اپنے بندوں کی مدد کرتا کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے اور اس نے ایسا ہی کیا ہے اور جیسا کہ نبیوں کے ذریعہ سے خبر دی تھی۔ اس وقت وہ شخص مامور ہوا ہے جس کے لئے مقدر ہے کہ وہ شیطان کے حربہ کو توڑے یعنی شرک کو دور کرے ہاں دنیا دیکھے گی کہ شرک کس طرح تباہ ہوگا۔

اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دلوں سے شرک کو دور کریں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں اور ہر وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی موعود کا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار رہیں۔ (چشمۂ توحید صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۱۹)

-(۲)-

ایک بہت بڑی قربانی کی ضرورت

اُنیس بیس برس کی عمر میں آپ نے ایک ماہانہ تبلیغی رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا جس کے پہلے نمبر میں احمدیہ جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے میرے احمدی بھائیو! اگر ہم نے خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ کو مانا ہے تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہوگئے ہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بار گراں اُٹھا لیا ہے اور ایک کام اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا کرنا سہل نہیں ہے۔ بلکہ ایک نہایت ہی دشوار کام ہے کہ بجز خدا تعالیٰ کی مدد کے کامیاب ہونا مشکل ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو زبان سے کہہ دینے پر اس سے خلاصی ہو جائے بلکہ اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے اپنی خواہشوں اور ارادوں کی قربانی اس کے لئے ضروری ہے آج وہ وقت ہم کو ملا ہے کہ تیرہ سو برس سے لوگ اس کا انتظار کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو ہم کو اس زمانہ میں پیدا کیا ہے تو بے فائدہ نہیں کیا اُس کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور ہم اس کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے اور اس مسیح کی شناخت عطا کرنی اور بھی بڑا فضل ہے۔ ایسی زبان کوئی نہیں جو اس کا شکریہ ادا کر سکے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اس کو تو ضرور کر کے ہی چھوڑے گا۔ ہم کو جو اس نے اس زمانہ میں پیدا کیا اور اس کی شناخت عطا کی تو ہم کیوں نہ مفت کا ثواب حاصل کریں اور عبث کرامت قدرہاتھ دھرے بیٹھنے کا اُلٹا عذاب ہے تو کیا وجہ ہے کہ کل دنیا سے مخالفت کرکے ایک خدا کے برگزیدہ بندہ کو مانا جائے اور پھر اس کی اطاعت نہ کرکے عذاب سہیڑا جائے کیا یہ کبھی کوئی عقل کی بات ہے یہی مثل ہوتی ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں تو ہم نہایت ہی سخت قوتا پا ئیوالوں میں ہیں وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جس میں اسلام کی محبت نہ ہو اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ مرنے کا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ سو اے بھائیو دُعا کرو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اے رب ذی الاکرام اب ہم گنہگاروں پر رحم کر اور ہماری پچھلی خطاؤں کو معاف کر اور آئندہ ہم کو نیکی کی توفیق دے اور اے خدا اے قادر جب ہماری جان نکلے تو ہم مسلمان ہوں ہم ایک دم کے لئے بھی اشاعت دین سے غفلت نہ کریں اے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے ہیں" (تشحیذ الاذہان نمبر ۱ جلد ۱ صفحہ ۱۲)

-(۳)-

اخبار الفضل کے اجراء پر دُعا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل جاری کیا جس کا سب سے پہلا ایڈیٹوریل لکھتے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہوئے لکھا:۔

"اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر۔ اسلام کی ترقی کے دن پھر آویں اور پھر یہ درخت بار آور ہو اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو اور تیری قدرت کا اظہار ہو نُور چمکے اور ظلمت دور ہو۔ ہم چاہتے ہیں اپنے فضل کی بارش ہم پر برسا اور ہمیں طاقت دے کہ تیرے سچے دین کی خدمت میں ہم اپنا جان و مال قربان کریں اور اپنے وقت اس کی اشاعت میں صرف کریں۔ تیری محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو اور تیرا عشق ہمارے ہر ذرہ میں سرایت کر جائے ہماری آنکھیں کے ہر ذرّہ سے دیکھیں اور ہمارے دل تیری ہی یاد سے پُر ہوں۔ اور ہماری زبانوں پر تیرا ہی ذکر ہو تو ہم سے راضی ہو جائے اور ہم تجھ سے راضی ہوں۔ تیرا نام ہیں ڈھانک لے اے میرے مولا اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی راستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں

پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اُسے مفید بنا اور اس کے سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت۔ تو میری نیتوں کا تو واقف ہے۔ مَیں تجھے دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ میرے دل میں خیال آنے سے پہلے تجھے اس کی اطلاع ہوتی ہے پس تو میرے اغراض ومقاصد کو جانتا ہے اور میری دلی تڑپ سے آگاہ ہے لیکن میرے مولیٰ مَیں کمزور ہوں اور ممکن ہے کہ میری نیتوں میں بعض پوشیدہ کمزوریاں بھی ہوں تو اُن کو دُور کر اور اُن کے شر سے مجھے بچالے اور میری نیتوں کو صاف کر اور میرے ارادوں کو پاک۔ تیری مدد کے بغیر مَیں کچھ نہیں کر سکتا پس اس ناتواں وضعیف کو اپنے دروازہ سے خائب وخاسر مت پھیر لو کہ تیرے جیسے بادشاہ سے مَیں اس کا اُمیدوار نہیں تو میرا دستگیر ہو جا اور مجھے تمام ناکامیوں سے بچا۔ آمین ثم آمین

(الفضل جلد اوّل نمبر ۱)

-(۴)-

امیر امان اللہ والیٔ افغانستان سے خطاب

اپنی کتاب دعوۃ الامیر میں جو حضورؓ نے امیر امان اللہ خان صاحب والیٔ افغانستان کو تبلیغ کی غرض سے تصنیف فرمائی۔ آپ نے امیر صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا:-

"مَیں آپ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ احمدیت کے باہر خدا نہیں نہیں مل سکتا ہر ایک شخص جو اپنے دل کو ٹٹولے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ اُس کے دل میں خدا اور اس کی باتوں پر وہ یقین اور وثوق نہیں جو قطعی اور یقینی باتوں پر ہونا چاہیئے اور نہ وہ اپنے دل میں وہ نور پائے گا جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر نہیں آسکتا۔ یہ یقین اور وثوق اور یہ نور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے باہر کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ سب کو ایک نقطہ پر جمع کرے مگر کیا کوئی شخص جو موت پر نظر رکھتا ہے اس کی زندگی پُر خوش ہو سکتا ہے جو خدا سے دُوری میں کٹے اور جس میں اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ نہ ملے۔ پس اس نور کو حاصل کیجئے اور اس یقین کی طرف دوڑیئے جو احمدیت میں ہی حاصل ہو سکتا ہے اور جس کے بغیر زندگی بالکل بے مزہ اور بے لطف ہے اور دوسروں پر سبقت لے جائیے تاکہ آئندہ نسلوں میں بھی آپ کا نام ادب اور احترام کے ساتھ لیا جائے اور زمانہ کے آخر تک آپ کے نام پر رحمتیں بھیجنے والے لوگ موجود رہیں۔

یہ دُنیا چند روزہ ہے اور نہ معلوم کہ کون کب تک زندہ رہے گا۔ آخر ہر ایک کو مرنا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے اُس وقت سوائے صحیح عقائد اور صالح اعمال کے اور کچھ کام نہیں آئے گا۔ غریب بھی اس دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے اور امیر بھی۔ نہ بادشاہ اب تک اس دُنیا سے کچھ لے گئے ہیں نہ غریب ساتھ جانے والا صرف ایمان ہے یا اعمالِ صالحہ۔ پس اللہ تعالیٰ کے مامور پر ایمان لائیے تا خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو امن دیا جائے اور اسلام کی آواز کو قبول کیجئے تا سلامتی سے آپ کو حصہ ملے مَیں آج اس فرض کو ادا کر چکا ہوں جو مجھ پر تھا۔ خدا تعالیٰ کا پیغام مَیں نے آپ کو پہنچا دیا ہے اب ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے ہاں مجھے آپ سے اُمید ضرور ہے کہ آپ میرے خط پر پوری طرح غور کریں گے اور جب اس کو بالکل راست اور درست پائیں گے تو وقت کے مامور پر ایمان لانے میں دریغ نہیں کریں گے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

(دعوۃ الامیر صفحہ ۲۸۲ تا صفحہ ۲۸۳)

-(۵)-

بنی نوع انسان کو بشارتِ عظمیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنی نہایت گرانقدر تصنیف "احمدیت" کے آخر میں دنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے لکھا:-

اے بھائیو اور بہنو! خدا نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہے تاہم اس کے جلال کے مظہر ہوں اور تا اس کی صفات کو اپنے اندر جذب کریں جب تک ہم اس مقصد کو پورا نہ کریں ہم ہرگز کامیاب نہیں کہلا سکتے۔ ہماری دنیاوی ترقیات کیا ہیں؟ ایک مشغلہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ تمام ترقیات ہمارے کس کام کی اگر ہم خدا کو اپنے پر ناراض کر لیتے ہیں اور ابدی ترقیات کے راستے اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں اگر ہم دنیا کے سب سے بڑے موجد ہیں۔ لیکن اس علم کی طرف توجہ نہیں کرتے جس کے ذریعہ سے ہم ابدی زندگی میں نور حاصل کر سکیں تو ہماری مثال اس طالب علم کی ہے جو سارا دن کھیلتا رہتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے مقابلہ میں اپنے حریف کو پچھاڑ لیا لیکن وہ اس مقابلہ کی فکر نہیں کرتا جو اس کی ساری زندگی کو سدھارنے والا ہے۔ زندگی وہی ہے جو نہ ختم ہونے والی ہو اور راحت وُہی ہے جو نہ مٹنے والی ہو اور علم وہی ہے جو ہمیشہ بڑھتا رہے پس ابدی زندگی اور دائمی راحت اور حقیقی علم کی طرف توجہ کرو تا دونوں جہاں کا آرام پاؤ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کو خوش کرو جس طرح کہ دُنیا کے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو۔

اے بھائیو اور بہنو! خدا تعالیٰ نے تمہاری پریشان حالت کو دیکھ کر اب تمہارے لئے رحمت کا دروازہ کھولا ہے اور خود تم کو بُلانے کے لئے آیا ہے پس اُس کے احسان اور اس کی محبت کی قدر کرو اور اس کی نعمتوں کو رد نہ کرو اور اس کے احسانوں کو حقیر سمجھ کر اُن سے منہ نہ پھیرو کہ وہ خالق ہے اور مالک ہے اور اس کے آگے کسی تکبر کرنے والے کا تکبر نہیں چلتا۔ بڑھو! اور اس کے فضل کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تا اس کی رحمت تم کو اپنی آغوش میں لے لے اور اس کے فضل کی چادر تم کو اپنے اندر لپیٹ لے۔

اے بھائیو مَیں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا کی رحمت آج اسی طرح جوش میں آئی ہوئی ہے۔ جس طرح آج سے سینکڑوں سال پہلے وہ جوش میں آئی تھی۔ جس طرح وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں جوش میں آئی تھی داؤدؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی مسیح ناصری علیہ السلام کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ موسیٰؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ اسحاق کے وقت میں جوش میں آئی تھی ابراہیم کے وقت میں جوش میں آئی تھی۔ نوحؑ کے وقت میں جوش میں آئی تھی اور اس کی معرفت کا سُورج اس طرح آج بھی چڑھا ہے جس طرح کہ پہلے نبیوں کے زمانے میں چڑھا کرتا تھا۔ پس باہر نکلو اور گھروں کی بند ہوا کی بجائے عالم رُوحانی کی وسیع فضا میں خدا کی رحمت کی ٹھنڈی اور معطر ہوا سونگھو اور اس کی معرفت کے سُورج کی خوشگوار روشنی اور چمک سے اپنی آنکھوں کو منور کرو کہ یہ دن روز روز نہیں چڑھا کرتے۔

ہاں ہاں! اے مشرق ومغرب کی سرزمینوں کے بسنے والو سب خوش ہو جاؤ اور افسردگی کو دلوں سے نکال دو آخر وہ دولہا جس کی تم کو انتظار تھی آگیا آج تمہارے لئے غم اور فکر جائز نہیں۔ آج تمہارے لئے حسرت واندوہ کا موقعہ نہیں بلکہ خرمی اور شادمانی کا زمانہ ہے۔ مایوسی کا وقت نہیں بلکہ

اُمیدوں اور آنسوؤں کی گھڑیاں ہیں۔ پس تقدیس کے سنگھار سے اپنے آپ کو زینت دو اور پاکیزگی کے زیوروں سے اپنے آپ کو سجاؤ کہ تمہاری دیرینہ آرزوئیں برآئیں اور تمہاری صدیوں کی خواہشیں پوری ہوئیں۔ تمہارا رب خود چل کر تمہارے گھروں میں آگیا اور تمہارا مالک اب تمہاری رضامندی کا طالب ہوا۔ آؤ کہ ہم سب اپنے بچھلے سارے تنازعات کو بھول کر اُس کے فرستادہ کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں اور اس کی حمد کے ترانے گائیں اور اس کی تمجید کے قصیدے پڑھیں اور اس کے دامن کو ایسی مضبوطی سے پکڑ لیں کہ پھر وہ یارِ یگانہ کبھی ہم سے جُدا نہ ہو۔ آمین

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۶۶ تا صفحہ ۲۶۷)

-(۶)-

میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے

"مَیں اس لئے خلیفہ نہیں کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے دوسرے دن جماعت کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لئے خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہوں۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں میں مامور نہیں لیکن میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے"۔

(تقریر مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء)

-(۷)-

مرکزِ سلسلہ سے تعلق

"مَیں تمہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں کہ جاؤ نکل کر تمام دنیا میں پھیل جاؤ اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں کہ جب تمہیں مرکزِ سلسلہ سے آواز آئے کہ آ جاؤ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور روحانی اور اخلاقی اور مالی طور پر بھی .... پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر احیاء چاہتے ہو تو دنیا میں پھیل جاؤ مگر اس طرح نہیں کہ اپنے گھروں کو بھول جاؤ۔ تمہارا گھر قادیان ہے۔ خواہ تم کہیں رہتے ہو اُسے یاد رکھو پس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے اور جب آواز پہنچے تو یوں جمع ہو جاؤ جس طرح پرندے اُڑ کر جمع ہو جاتے ہیں پھر خواہ کتنی بڑی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اُسے معلوم ہو جائے گا کہ احمدیت کا مٹانا آسان نہیں ہے"۔

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ر دسمبر ۳۷ء)

-(۸)-

دوسروں کے بزرگوں کا ادب

"جبکہ ہم دوسروں سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ کبھی ہمارے بزرگوں کا ادب کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کے لیڈروں کا ہم احترام نہ کریں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم خیالات میں کبھی اُن سے متفق ہو گئے ہیں اگر میری نسبت کوئی غیر احمدی حضرت صاحب کا لفظ استعمال کرے تو کیا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اُس نے اپنے ہم عقیدہ لوگوں سے غداری کی اگر آپ لوگ یہ اُمید کرتے ہیں کہ دوسرے آپ کے امام کی عزت کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ دوسروں کے لیڈروں کی عزت نہ کریں اس لئے قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے کہ تم کسی کے بُت کو بھی گالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کو گالی دیں گے"۔

(الفضل خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ر جون ۳۶ء)

حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۳ء کو اہالیان قادیان سے خطاب کرتے ہوئے ایک مجذوب کی زبان پر جاری ہونے والے کلامِ محمود کے اس شعر کا ذکر فرمایا تھا ؎

وفا تجھ سے نہیں شہرت مری برعکس ہے قصہ
تری ہستی تو مجھ سے ہے نہیں ہوتا نہ تو ہوتی

یعنی قادیان کی حقیقی شان تو حضرت مسیح الزمان اور قادیان کے رہنے والے بزرگان سے تھی۔

اس شعر کے ذکر سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی فرمودہ ساری نظم ذہن میں آگئی جو "کلامِ محمود" سے پیش ہے۔ یہ نظم الفضل ۵ر فروری ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی۔　(مرسلہ ڈاکٹر محمد اسحٰق خلیل پی ایچ۔ ڈی از نیویارک امریکہ)

○

حقیقی عشق گر ہوتا تو سچی جستجو ہوتی　تلاشِ یار ہر ہر ذرہ میں ہوتی کو بکو ہوتی
شبِ وصلِ حبیب لایزال و لم یزل ہوتی　تو دل کیا میری جاں بھی بڑھ کے قرباں سبو ہوتی
جو تم سے کوئی خواہش تھی تو بس اتنی ہی خواہش تھی　تمہارا رنگ چڑھ جاتا تمہاری مجھ میں بو ہوتی
وفا تجھ سے مری شہرت نہیں برعکس ہے قصہ　تری ہستی تو مجھ سے ہے نہیں ہوتا نہ تو ہوتی
جہاں جاتا ہوں اُن کا خیال مجھ کو ڈھونڈ لیتا ہے　نہ ہوتا پیار گر مجھ سے تو کیا یوں جستجو ہوتی
نہ رہتی آرزو دل میں کوئی جز دیدِ جاناں　کبھی پوری الٰہی! یہ ہماری آرزو ہوتی
اگر تم دامنِ رحمت میں اپنے مجھ کو لے لیتے　تمہارا کچھ نہ جاتا لیک میری آبرو ہوتی
نہ بنتے تم جو بیگانے تو پھر پردہ ہی کیوں ہوتا　شبیہِ یار آ کر خود بخود ہی رُوبرو ہوتی
در سے خانۂ الفت اگر میں وا کبھی پاتا　تو بس کرتا نہ گھونٹوں پر صراحی ہی سبو ہوتی
مری جنت تو یہ تھی میں ترے سایہ تلے رہتا　رواں دل میں مرے عرفانِ بے پایاں کی جو ہوتی
تسلی پا گیا تو کس طرح؟ تب لطف تھا مالک　کہ آنکھیں چار ہوتیں اور باہم گفتگو ہوتی
ہوئی ہے پارہ پارہ چادرِ تقویٰ مسلماں کی
ترے ہاتھوں سے ہو سکتی تھی مولیٰ گر رفو ہوتی

-(۲)-

ملک بھی رشک ہیں کرتے وہ خوش نصیب ہوں میں　وہ آپ مجھ سے ہے کہتا نہ ڈر قریب ہوں میں
غضب ہے شاہ بُلائے غلام منہ موڑے　ستم ہے چپ رہے یہ وہ کہے مجیب ہوں میں
وہ بوجھ اُٹھا نہ سکے جس کو آسمان و زمیں　اُسے اُٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں میں
مقابلہ پہ عدو کے نہ گالیاں دوں گا　کہ وہ تو ہے وہی جو کچھ نجیب ہوں میں
ہے گالیوں کے سوا اس کے پاس کیا رکھا　غریب کیا کرے مخطی ہے وہ مصیب ہوں میں
کرے گا فاصلہ کیا جب کہ دل اکٹھے ہوں　ہزار دُور رہوں اس سے پھر قریب ہوں میں
ہے عقل نفس سے کہتی کہ ہوش کر ناداں　مرا رقیب ہے تو اور تیری رقیب ہوں میں
کر اپنے نفس سے تو میرے ہم سفر پیدا　کہ اس دیار میں اے جانِ من غریب ہوں میں
مرے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد　کہ باغِ حسنِ محمدؐ کی عندلیب ہوں میں
نہ سلطنت کی تمنا نہ خواہش اکرام　یہی ہے کافی کہ مولیٰ کا اک نقیب ہوں میں
مری طرف چلے آئیں مریضِ روحانی
کہ انکے دردوں دُکھوں کے لئے طبیب ہوں میں

(الفضل جلد ۱۰۔ ۲ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)

خصوصی درخواستِ دُعا

قادیان ۴ر جنوری محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان آج بعد نماز جمعہ محترمہ بیگم صاحبہ کے گھٹنوں کے علاج کے سلسلہ میں حیدرآباد تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو۔ احباب جماعت سے محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ کی کامل و عاجل شفایابی نظر کی بحالی اور مقبول خدمت دین کی توفیق پانے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

تفسیر کبیر سے اقتباس

روزے کی فضیلت اور اس کے فوائد

از سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورہ البقرہ کی آیت یٰایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون کی پر معارف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"روزوں کی فضیلت اور اُس کے فوائد پر لعلکم تتقون کے الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں لعلکم تتقون تاکہ تم بچ جاؤ۔ اس کے کئی معنے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک معنیٰ تو یہی ہیں کہ ہم نے تم پر اس لئے روزے فرض کئے ہیں تاکہ تم اُن قوموں کے اعتراضوں سے بچ جاؤ جو روزے رکھتی رہی ہیں* اگر تم روزے نہیں رکھو گے تو وہ کہیں گی تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم باقی قوموں سے روحانیت میں بڑھ کر ہیں لیکن وہ تقویٰ تم میں نہیں جو دوسری قوموں میں پایا جاتا تھا۔ غرض اگر اسلام میں روزے نہ ہوتے تو باقی مسلمان دوسری قوموں کے سامنے ہدفِ ملامت بنے رہتے۔ عیسائی کہتے۔ یہ بھی کوئی مذہب ہے اس میں روزے تو ہیں ہی نہیں جن سے قلوب کی صفائی ہوتی ہے۔ جن کے ساتھ روحانی ساکھ بیٹھتی ہے۔ جن کے ذریعہ انسان بدی سے بچتا ہے۔ یہودی کہتے کہ ہم نے سینکڑوں سال روزے رکھے لیکن مسلمانوں میں روزے نہیں۔ اسی طرح زرتشتی ہندو اور دوسری سب قومیں کہتیں۔ اسلام بھی کوئی مذہب ہے۔ اس میں روزے نہیں ہم روزے رکھتے ہیں اور اس طرح خدا تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ غرض ساری دنیا مسلمانوں کے مقابلہ میں آجاتی اور کہتی مسلمانوں میں روزے کیوں نہیں۔ پس فرمایا اے مسلمانو! ہم تم پر روزے فرض کرتے ہیں۔ لعلکم تتقون تاکہ تم دشمن کے اعتراضات سے بچ جاؤ۔ اگر اسلام میں روزے نہ ہوتا یا تم روزے نہ رکھتے تو غیر مذاہب والے تم پر جائز طور پر اعتراض کرتے اور تم اُن کی نگاہوں میں حقیر ہوجاتے

لعلکم تتقون میں دوسرا اشارہ اس امر کی طرف کیا گیا ہے کہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ روزہ دار کا محافظ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اِتقاء کے معنے ہیں ڈھال بنانا۔ وقایہ بنانا۔ نجات کا ذریعہ بنانا۔ پس اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ تم پر روزے رکھنے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنالو اور ہر شر سے اور ہر خیر کے فقدان سے محفوظ رہو۔ ضعف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان کو کوئی شر پہنچ جائے اور دوسرے یہ کہ کوئی نیکی اُس کے ہاتھ سے جاتی رہے۔ جیسے کسی کو کوئی مار بیٹھے تو یہ بھی ایک شر ہے۔ اور یہ بھی شر ہے کہ کسی کے ماں باپ اُس سے ناراض ہو جائیں۔ حالانکہ اگر کسی کے والدین ناراض ہو کر اُس کے گھر سے نکل جائیں تو بظاہر اس کا کوئی نقصان نظر نہیں آتا۔ بلکہ اُن کے کھانے کا خرچ بچ سکتا ہے۔ لیکن ماں باپ کی رضامندی ایک خیر اور برکت ہے۔ اور جب وہ ناراض ہو جائیں تو انسان ایک خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ اِتقاء ان دونوں باتوں پر دلالت کرتا ہے اور متقی وہ ہے جسے ہر قسم کی خیر مل جائے اور وہ ہر قسم کی ذلت اور شر سے محفوظ رہے۔

اس سے آگے پھر شر کا دائرہ بھی ہر کام کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص گاڑی میں سفر کررہا ہے تو اُس کا شر سے محفوظ رہنا یہی ہے کہ اُسے کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔ اور وہ بحفاظت منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

اسی طرح روزے کے سلسلہ میں بھی ایسے ہی خیر و شر مراد ہو سکتے ہیں جن کا روزے سے تعلق ہو۔ روزہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ یا بلحاظ صحت انسانی دنیوی امور سے بھی کسی حد تک تعلق رکھتا ہے۔ پس لعلکم تتقون کے یہ معنے ہوئے کہ تاتم دینی اور دنیوی شر دونوں سے محفوظ رہو۔ دینی خیر و برکت تمہارے ہاتھ سے نہ جاتی رہے یا تمہاری صحت کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ بعض دفعہ روزے کئی قسم کے امراض سے نجات دلانے کا بھی موجب ہوجاتے ہیں۔

آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور اُن سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔ بعض نادان تو اس خیال میں اس حد تک ترقی کر گئے ہیں کہ کہتے ہیں۔ جس دن ہم زائد مواد کو فنا کرنے میں کامیاب ہوگئے اُس دن موت بھی دنیا سے اُٹھ جائیگی یہ خیال اگرچہ احمقانہ ہے تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دورانِ رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے۔ مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور ترو تازگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ فائدہ تو صحت جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیز ہیں اور روزے رکھنے والا خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لیتا ہے جو اُسے ہر قسم کے دکھوں اور شرور سے محفوظ رکھتا ہے۔

پھر روزے کے ذریعہ دکھوں سے انسان اس طرح بھی بچتا ہے کہ

(۱) جب وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے لئے تکلیف میں ڈالتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کے گناہوں کی سزا سے اُسے بچا لیتا ہے۔

(۲)۔ جب وہ فاقے رہ کر بھوک کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو اپنے غریب بھائیوں کی خبرگیری کرتا ہے اور اُن کا ہلاکت سے بچنا خود اُسے بھی ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔ کیونکہ بعض افراد قوم کے بچنے سے آخری ساری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے۔ اور درحقیقت یہ تمدنی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ تمام قسم کی تباہیاں اُسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہوجائے کہ ان کی چیزیں اُنہی کی ہیں دوسروں کا اُن میں کوئی حق نہیں اور اُن سے فائدہ اُٹھانے کا حق انہی کو ہے جن کو وہ چیزیں دی گئی ہیں۔ دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے۔ اور رمضان اسی کی عادت ڈالتا ہے روپیہ ہمارا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں ہماری ہیں۔ مگر حکم یہ ہے کہ دوسروں کو ان سے فائدہ پہنچاؤ اور کھلاؤ۔ کیونکہ اس سے دنیا کے تمدن کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ پھر روزوں کے ذریعہ انسان ہلاکت سے اس طرح بھی محفوظ رہتا ہے کہ روزے انسان کے اندر مشقت برداشت کرنے کا مادہ پیدا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے عادی ہوں وہ مشکلات کے آنے پر ہمت نہیں ہارتے بلکہ دلیری سے اُن کا مقابلہ کرتے اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

دنیوی گورنمنٹوں میں بھی ایک ریزرو فوج ہوتی ہے جو سال میں ایک یا دو مہینے کام کرتی ہے اور جب جنگ کا موقعہ آتا ہے تو چونکہ اس کو مشق کروائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے فوراً اُسے بلوالیا جاتا ہے۔ چونکہ عام طور پر تمام مسلمان بارہ مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ ہی تہجد پڑھتے ہیں اس لئے رمضان میں خصوصیت کے ساتھ ہدایت فرمادی کہ تمام مسلمان!

* جو بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتی رہی ہیں۔ جو موسم کی شدت کو برداشت کر کے خدا تعالیٰ کو خوش کرتی رہی ہیں۔

اس ماہ میں روزوں کی مشق کریں۔ جس طرح وہ فوج جو مشق کرتی رہتی ہے دشمن کی فوج سے شکست نہیں کھاتی اسی طرح جس قوم کے لوگ متقی اور نیک ہوتے ہیں اور جو خدا تعالےٰ کے لئے ہر ایک چیز کو چھوڑنے والے ہوتے ہیں شیطان کی مجال نہیں ہوتی کہ اُن کو زک دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تمام مسلمان روحانی سپاہی تھے شیطان نے اُن پر کوئی حملہ نہیں کیا لیکن جب خال خال رہ گئے تو اُس وقت اُن پر حملہ کیا گیا اور شیطان نے اُن کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اُن کو تباہ کر دیا۔

پس روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ دین کی خدمت کے لئے بالعموم مومنوں کو گھروں سے نکلنا پڑتا ہے۔ اور تبلیغی جہاد میں کھانے پینے کی تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غرباء کو تو ایسی تکالیف برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر امراء کو اس کی عادت نہیں ہوتی۔ پس روزوں کے ذریعہ اُن کو بھی بھوک اور پیاس کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ تاکہ جس دن خدا تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے کہ اے مسلمانو! آؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ تو وہ سب اکٹھے اُٹھ کھڑے ہوں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بغیر کسی قسم کا بوجھ محسوس کئے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔

پس روزوں کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو نیکی کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان دنیا میں کئی قسم کے کام کرتا ہے وہ محنت و مشقت بھی کرتا ہے۔ وہ ... بھی کرتا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر بھی پھرتا ہے وہ گپیں بھی ہانکتا ہے۔ بالکل فارغ نہ انسانی دماغ رہتا ہے نہ اُس کا جسم۔ کچھ نہ کچھ کام انسان ضرور کرتا رہتا ہے۔ مگر بعض لغو کام ہوتے ہیں بعض مضر اور بعض مفید اور بعض بہت ہی اچھے۔ لیکن رمضان انسان کو ایک ایسے کام کی عادت ڈالتا ہے جس کے نتیجہ میں اُسے نیک کاموں میں مشقت برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی راحت اور آرام کی چیزیں کیا ہوتی ہیں۔ یہی کھانا پینا سونا اور جنسی تعلقات تمدن کا اعلیٰ نمونہ جنسی تعلقات ہیں جن میں دوستوں سے ملنا اور عزیزوں سے تعلقات رکھنا بھی شامل ہے۔ مگر جنسی تعلقات میں سب سے زیادہ قریبی تعلق میاں بیوی کا ہے۔ پس انسانی آرام انہی چند باتوں میں منحصر ہے کہ وہ کھاتا ہے۔ وہ پیتا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ اور وہ جنسی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ کسی صوفی نے کہا ہے کہ تصوف کی جان کم بولنا کم کھانا اور کم سونا ہے اور رمضان اس تصوف کی ساری جان کا نچوڑ اپنے اندر رکھتا ہے۔ کم سونا آپ ہی اس میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ رات کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑتا ہے کم کھانا بھی ظاہر بات ہے کیونکہ سارا دن فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جنسی تعلقات کی کمی بھی ظاہر ہے پھر کم بولنا بھی رمضان میں آ جاتا ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ روزہ یہ نہیں کہ انسان اپنا منہ کھانے پینے سے بند رکھے بلکہ روزہ یہ ہے کہ تو لغو باتیں بھی نہ کرے۔ پس روزہ دار کے لئے بیہودہ باتوں سے بچنا لڑائی جھگڑے سے بچنا اور اسی طرح کی اَور لغو باتوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کم بولنا بھی رمضان میں آ گیا۔ گویا کم کھانا کم بولنا کم سونا اور جنسی تعلقات کم کرنا یہ چاروں باتیں رمضان میں آ گئیں اور یہ چاروں چیزیں نہایت ہی اہم ہیں۔ اور انسانی زندگی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ پس جب ایک روزہ دار ان چاروں آرام و آسائش کے سامانوں میں کمی کرتا ہے تو اُس میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زندگی کے ہر دَور میں مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔

پھر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں ایک اَور فائدہ یہ بتایا کہ روزہ رکھنے والا برائیوں اور بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ غرض اس طرح پوری ہوتی ہے کہ دنیا سے انقطاع کی وجہ سے انسان کی روحانی نظر تیز ہو جاتی ہے اور وہ اُن عیوب کو دیکھ لیتا ہے جو اُسے پہلے نظر نہ آتے تھے۔ اسی طرح گناہوں سے انسان اس طرح بھی بچ جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ اس چیز کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنا منہ بند نہ رکھے اور سارا دن نہ کچھ کھائے اور نہ پیئے بلکہ روزہ یہ ہے کہ منہ کو کھانے پینے سے ہی نہ روکا جائے بلکہ اُسے ہر روحانی نقصان دہ اور ضرر رساں چیز سے بھی بچایا جائے نہ جھوٹ بولا جائے۔ نہ گالیاں دی جائیں نہ غیبت کی جائے۔ نہ جھگڑا کیا جائے اب دیکھو زبان پر قابو رکھنے کا حکم تو ہمیشہ کے لئے ہے۔ لیکن روزہ دار خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک مہینہ تک اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے تو یہ امر باقی گیارہ مہینوں میں بھی اُس کے لئے حفاظت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اس طرح روزہ اُسے ہمیشہ کے لئے گناہوں سے بچا لیتا ہے۔

پھر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزوں کا ایک اور فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تقویٰ پر ثبات قدم حاصل ہوتا ہے اور انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے ہیں چنانچہ روزوں کے نتیجہ میں صرف امراء ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتے بلکہ غرباء بھی اپنے اندر ایک نیا روحانی انقلاب محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کے وصال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غرباء بیچارے سارا سال تنگی سے گزارہ کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ انہیں کئی کئی فاقے بھی آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ۔ یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزا خود میری ذات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اور کیا چاہیئے۔ غرض روزوں کے ذریعہ غرباء کو یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبر اور ناشکرے نہ ہوں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں جیسا کہ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالےٰ نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں تو یہی فاقے اُن کے لئے نیکیاں بن جائیں گی۔ اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالےٰ نے روزوں کو غرباء کے لئے تسکین کا موجب بنایا ہے تاکہ وہ مایوس نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ہماری فقر و فاقہ کی زندگی کس کام کی۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ میں انہیں یہ گُر بتایا ہے کہ اگر وہ اس فقر و فاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضاء کے مطابق گزاریں تو یہی انہیں خدا تعالےٰ سے ملا سکتی ہے۔ دنیا میں اس قدر لوگ امیر نہیں جتنے غریب ہیں اور تمام دینی سلسلوں کی ابتداء بھی غرباء سے ہی ہوئی ہے اور انتہا بھی غرباء پر ہی ہوئی۔ بلکہ قریباً تمام انبیاء بھی غرباء میں سے ہی ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کوئی امیر کبیر نہ تھے۔ آپ کی جائیداد کی قیمت قادیان کے ترقی کرنے کے باعث بڑھ گئی۔ ورنہ اس کی قیمت خود آپ نے دس ہزار روپیہ لگائی تھی۔ اور اتنی مالیت کی جائیداد سے کونسی بڑی آمد ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی بڑے آدمی نہ تھے۔ اگرچہ انبیاء کو اللہ تعالےٰ بعد میں بڑا بنا دیتا ہے لیکن یہ سب کچھ بعد میں فضل کے طور پر ہوا۔ ابتداء میں تمام سلسلوں کے بانی غریب ہی ہوئے امراء اور بادشاہ نہیں ہوئے۔ بیشک درمیانی طبقہ کے لوگوں میں سے بھی بعض دفعہ انبیاء ہوتے رہے لیکن بادشاہ صرف چند ایک ہی ہوئے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت سلیمان علیہ السلام۔ مگر یہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی سلسلہ کے بانی ہوں۔ پھر دنیا کی اسی فیصد آبادی غریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کثرت کی دلجوئی رمضان کے ذریعہ کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ فاقہ کشی کر کے خدا تعالیٰ نہیں مل سکتا اگر ایسا ہوتا تو رمضان کے نتیجہ میں کیوں ملتا۔ پس وہ غرباء جو سمجھتے ہیں کہ ان کی عمر رائیگاں گئی۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں رمضان کے ذریعہ بتایا ہے کہ وہ انہی

ذریعے بھی ثواب حاصل کر سکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے قانون

فاقوں میں سے گذر کر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ فاقوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں اور اُس کے متعلق اپنی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ لائیں۔ اس کے مقابلہ میں روزے امیر لوگوں کے لئے تقویٰ کے حصول کا ذریعہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب ایک انسان جس کے پاس کھانے پینے کے تمام سامان موجود ہوتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو فاقہ میں ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہیں کھاتا۔ اور جو حلال چیزیں خدا تعالیٰ نے اُسے دی ہیں اُنہیں بھی استعمال نہیں کرتا۔ اُس کے گھر میں گھی، گوشت، چاول وغیرہ کھانے کی تمام ضروریات موجود ہوتی ہیں۔ مگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے اُنہیں ترک کر دیتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب میں نے حلال چیزوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضاء کے لئے چھوڑ دیا ہے تو میں ان چیزوں کی کیوں خواہش کروں جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہوا ہے اس طرح اُس کے اندر ضبطِ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے قدم کو نیکیوں کے میدان میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

روزوں کا ایک رُوحانی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان خدا تعالیٰ سے مشابہت اختیار کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نیند سے پاک ہے۔ انسان ایسا تو نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی نیند کو بالکل چھوڑ دے مگر وہ اپنی نیند کے ایک حصّہ کو روزوں میں خدا تعالیٰ کے لئے قربان ضرور کرتا ہے۔ سحری کھانے کے لئے اُٹھتا ہے تہجد پڑھتا ہے۔ عورتیں جو روزہ نہ بھی رکھیں وہ سحری کے انتظام کے لئے جاگتی ہیں۔ کچھ وقت دعاؤں میں اور کچھ نماز میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح رات کا بہت کم حصّہ سونے کے لئے باقی رہ جاتا ہے اور کام کرنے والوں کے لئے تو گرمی کے موسم میں دو تین گھنٹے ہی نیند کے لئے باقی رہ جاتے ہیں۔ اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ سے ایک مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ انسان کھانا پینا بالکل تو نہیں چھوڑ سکتا۔ مگر پھر بھی رمضان میں اللہ تعالیٰ سے وہ ایک قسم کی مشابہت ضرور پیدا کر لیتا ہے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ سے خیر ہی خیر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کو بھی روزوں میں خاص طور پر نیکیاں کرنے کا حکم ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص غیبت، چغلخوری اور بدگوئی وغیرہ بُری باتوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کا روزہ نہیں ہوتا گویا مومن بھی کوشش کرتا ہے کہ اُس سے خیر ہی خیر ظاہر ہو۔ اور وہ غیبت اور لڑائی جھگڑے سے بچتا رہے۔ اس طرح وہ اُس حد تک خدا تعالےٰ سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے جس حد تک ہو سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی مثل کی طرف دوڑتی ہے۔ فارسی میں ضرب المثل ہے کہ

" کند ہم جنس با ہم جنس پرواز "

پس روزہ کا ایک روحانی فائدہ یہ ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے اعلیٰ درجہ کا اتصال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا محافظ بن جاتا ہے۔

پھر روزوں کا روحانی رنگ میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا الہام انسانی قلب پر نازل ہوتا ہے اور اُس کی کشفی نگاہ میں زیادہ جلا اور نور پیدا ہو جاتا ہے درحقیقت اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عادت تو نہیں، مگر اس میں عادت سے ایک مشابہت ضرور پائی جاتی ہے۔ انسان کی طرح اُس کی آنکھیں تو نہیں مگر وہ بصیر ضرور ہے۔ اُس کے کان نہیں مگر وہ سمیع ضرور ہے اسی طرح گو اس میں کوئی عادت نہیں پائی جاتی مگر اس میں یہ بات ضرور پائی جاتی ہے کہ جب وہ ایک کام کرتا ہے تو اُسے دوہراتا ہے انسان میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو ہاتھ یا پیر ہلانے کی عادت ہوتی ہے۔ اور وہ انہیں بار بار ہلاتے ہیں اور عادت کے یہی معنے ہوتے ہیں⓵ کہ جب وہ ایک خاص موقعہ پر اپنا فضل نازل کرتا ہے تو اس موقعہ پر بار بار فضل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے ماتحت چونکہ رمضان کے مہینہ میں قرآن کریم نازل ہوا تھا۔ اس لئے اگر اس رسول کی اتباع کی جائے جس پر قرآن کریم نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی عادت سے مشابہت رکھنے والی صفت کے ماتحت ان لوگوں کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی وجہ سے دنیا سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس سے تعلقات نہیں رکھتے۔ کھانے پینے اور سونے میں کمی کرتے ہیں۔ بے ہودہ گوئی وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے نوازتا اور ان پر رویا صادقہ اور کشوفِ صحیحہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اسرارِ غیبیہ سے مطلع کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ایک الہام ہے کہ

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

اس میں بھی وہی عادت والی بات بیان کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک دفعہ بہار میں اپنی رحمت کی شان دکھائی تھی اس لئے جب پھر موسم بہار آتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت کہتی ہے کہ اب کے میرے بندے کیا کہیں گے اس لئے ہم پھر اپنی شان دکھاتے ہیں اور اگر بندے اس سے فائدہ اٹھائیں تو اگلی بہار میں پھر وہی انعام نازل ہوتا ہے۔ غرض کلام الٰہی کو اگر درخت تصور کر لیا جائے تو جو صفتِ الٰہی عادت کے مشابہ ہے وہ ہر رمضان میں اسے جھنجھوڑتی ہے اور اس سے مومنوں کو تازہ بتازہ پھل حاصل ہوتے ہیں

پھر روزوں سے اس رنگ میں بھی روحانیت ترقی کرتی ہے کہ جب انسان خدا تعالےٰ کے لئے کھانا پینا ترک کرتا ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے اسکی راہ میں مرنے کو تیار ہے۔ اور جب وہ اپنی بیوی سے مخصوص تعلقات قطع کرتا ہے تو اس بات پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنی نسل کو بھی قربان کر دینے کے لئے تیار ہے۔ اور جب وہ روزوں میں ان دونوں اقسام کے نمونے پیش کر دیتا ہے تو وہ خدا تعالےٰ کی لقاء کا مستحق ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہونے اور روحانیت کے مضبوط ہو جانے کی وجہ سے وہ شخص ہمیشہ کے لئے گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے

پھر رمضان کے ذریعہ استقلال کی عادت بھی ڈالی جاتی ہے کیونکہ یہ نیکی متواتر ایک عرصہ تک چلتی ہے انسان دن میں کئی کئی مرتبہ کھانے کا عادی ہوتا ہے۔ غرباء اور امراء شہری اور دیہاتی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق عام ایام میں کئی دفعہ کھاتے پیتے ہیں مگر رمضان میں تمام کھانے سمٹ سمٹا کر صرف دو بن جاتے ہیں۔ اسی طرح جہاں دوسرے ایام میں وہ ساری رات سوئے رہتے ہیں وہاں رمضان کے ایام میں اُنہیں تہجد اور سحری کے لئے اٹھنا پڑتا ہے اور دن کو بھی قرآن کریم کی تلاوت میں اپنا کافی وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ غرض رمضان کے ایام میں اپنی عبادت کی بہت کچھ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ قربانی ایک دن نہیں دو دن نہیں بلکہ متواتر ایک مہینہ تک بغیر ناغہ کے کرنی پڑتی ہے پس روزوں سے استقلال کا عظیم الشان سبق ملتا ہے۔ اور درحقیقت بغیر مستقل قربانیوں کے کوئی شخص خدا تعالےٰ کو نہیں پا سکتا کیونکہ حقیقی محبت جوش دلانے سے تعلق نہیں رکھتی اور نہ وہ عارضی ہوتی ہے بلکہ حقیقی محبت استقلال سے تعلق رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کی ایک بیوی نے چھت سے ایک رسّہ اس لئے لٹکا رکھا ہے کہ جب نماز پڑھتے پڑھتے انہیں اونگھ آنے لگے تو اس کا سہارا لے لیں۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی عبادت نہیں۔ عبادت وہی ہے جسے انسان بشاشت سے ادا کر سکے اور جس کے نتیجہ میں ایسا ملال پیدا نہ ہو جو اس کے دوام اور استقلال کو قطع کرنے کا موجب بن جائے۔

اسی طرح روزوں کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مومنوں کو ایک مہینہ تک اپنے جائز حقوق کو بھی ترک کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ انسان گیارہ مہینے حرام چھوڑنے کی مشق کرتا ہے مگر بارہویں مہینہ میں وہ حرام نہیں بلکہ حلال چھوڑنے کی مشق کرتا ہے۔ یعنی روزوں کے علاوہ دوسرے ایام میں ہم یہ نمونہ دکھاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے لئے ہم کس طرح حرام چھوڑ سکتے ہیں۔ مگر روزوں کے ایام میں ہم یہ نمونہ دکھاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے لئے کس طرح حلال چھوڑ سکتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حلال چھوڑنے کی عادت پیدا کئے بغیر دنیا میں حقیقی کامیابی

⓵ کوئی بات بار بار کی جائے اور یہ بات اللہ تعالیٰ میں بھی ہے کہ

حاصل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں اکثر فساد اس لئے نہیں ہوتے کہ لوگ حرام چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ اکثر فساد اس لئے ہوتے ہیں کہ لوگ حلال کو بھی ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ لوگ بہت ہی کم ہیں جو ناجائز طور پر کسی کا حق دبائیں مگر وہ لوگ دنیا میں بہت زیادہ ہیں جو لڑائی اور جھگڑے کو پسند کر لیں گے مگر اپنا حق چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے بیکڑوں لوگ اور نادان دنیا میں ایسے ہیں جو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے دنیا میں عظیم الشان فتنہ و فساد پیدا کر دیتے ہیں اور اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ دنیا کا امن برباد ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ ذاتی قربانی کریں تو بہت سے جھگڑے اور فساد مٹ سکتے ہیں اور نہایت خوشگوار امن قائم ہو سکتا ہے پس رمضان کا مہینہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم صرف حرام ہی نہ چھوڑو بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے اگر ضرورت پڑ جائے تو حلال یعنی اپنا حق بھی چھوڑ دو۔ تاکہ دنیا میں نیکی قائم ہو اور خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی عبادتیں اپنے اندر کئی قسم کے سبق رکھتی ہیں بعض سبق ایسے ہوتے ہیں جو ہر عبادت سکھاتی ہے اور بعض سبق ایسے ہوتے ہیں جو ایک سے زیادہ عبادتوں کی نسبت سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض سبق ایسے ہیں جو ساری عبادتوں کی مجموعی حالت سے پیدا ہوتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ عالم میں ہمیں یہ نقشہ نظر آتا ہے کہ اس کا ہر فرد اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ پھر دو افراد مل کر اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں۔ پھر دو سے زیادہ افراد مل کر ایک حقیقت پیدا کرتے ہیں۔ پھر سارا عالم اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے یہی حال عبادتوں کا ہے اور جس طرح قانون قدرت میں ایک ترتیب اور ربط موجود ہے۔ اسی طرح عبادتوں میں بھی ربط ہے۔ مگر یہ بات صرف شریعت اسلامیہ میں ہی پائی جاتی ہے باقی شرائع میں نہیں ان میں نماز زکوٰۃ اور روزہ کی قسم کی عبادتیں ہیں مگر ان کا آپس میں کوئی ربط نہیں۔ وہ ایسی ہی ہیں جیسے بکھری ہوئی اینٹیں لیکن شریعت اسلامیہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کا ہر حکم اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے۔

پھر سارے کے سارے احکام مل کر اپنے اندر ایک اور حکمت رکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال نماز اور روزہ ہے نماز اپنی ذات میں ایک سبق رکھتی ہے اور روزہ بھی اپنی ذات میں ایک سبق رکھتا ہے مگر پھر نماز اور روزہ مل کر ایک اور سبق رکھتے ہیں۔ اگر نماز نہ ہوتی صرف روزے ہوتے تو یہ سبق رہ جاتا۔ اور اگر روزے نہ ہوتے صرف نماز ہی ہوتی تب بھی یہ سبق رہ جاتا۔ بیشک روزے اپنی ذات میں مفید ہیں اور نماز اپنی ذات میں مفید ہے جس طرح اسلام کی ساری عبادتیں اپنی اپنی ذات میں مفید ہیں لیکن نماز اور روزہ مل کر ایک نیا سبق دیتے ہیں۔ جس کا میں اس موقع پر ذکر کر رہا ہوں۔

نماز کا اصل مقام طہارت ہے جسے وضو کی حالت کہتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وضو کر کے نماز کے لئے بیٹھ جاتا ہے وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ نماز اس حالت کا انتہائی مقام ہے۔ ورنہ اصل نماز مومن کی وہ قلبی کیفیت ہے جو وضو سے تعلق رکھتی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ وضو کی کیا حقیقت ہے؟ وضو کے ذریعہ جو فعل ہم کرتے ہیں وہ اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ کوئی چیز جسم سے خارج نہ ہو خواہ وہ پیشاب یا خانہ کے رنگ میں خارج ہو خواہ مرد عورت کے تعلقات کے ذریعہ سے خارج ہو یا اور ایسے رنگوں سے خارج ہو جن سے طہارت کو نقصان پہنچتا ہے۔ غرض وضو کا مدار کسی چیز کے جسم سے نہ نکلنے پر ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی طہارت کا مدار اس امر پر ہے کہ کوئی چیز جسم سے خارج نہ ہو۔ لیکن روزہ کی طہارت کا مدار اس امر پر ہے کہ کوئی چیز جسم کے اندر داخل نہ ہو۔ بیشک روزہ میں مرد عورت کے تعلقات سے بھی روکا گیا ہے مگر یہ اس لئے ہے کہ روزہ کی حالت میں انسان کی کلی توجہ اور طرف نہ ہو۔ ورنہ روزہ کا اصل مدار کسی چیز کے جسم میں داخل نہ ہونے پر ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ روزہ کا مدار اس امر پر ہے کہ کوئی چیز جسم میں داخل نہ ہو اگر صرف نماز ہی ہوتی اور وضو صرف ظاہری صفائی ہوتا تو کہا جاتا کہ اس سے مراد صرف ہاتھ مُنہ اور پاؤں کا دھونا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ ہوتا اور کوئی چھوٹی موٹی چیز کھائی جاتی تو کہا جا سکتا تھا کہ روزے سے مراد فاقہ کرانا ہے لیکن جسم سے کچھ خارج ہونے سے وضو کا باطل ہو جانا اور کسی چیز کے جسم میں داخل ہونے سے روزہ کا ٹوٹ جانا بتاتا ہے کہ کسی چیز کے خارج ہونے کا نماز سے اور کسی چیز کے اندر داخل ہونے کا روزہ سے تعلق ہے اور ان دونوں کو ملا کر یہ لطیف بات نکلتی ہے کہ انسان طہارت میں اُس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ دو احتیاطیں نہ کرے۔ یعنی بعض چیزیں اپنے جسم سے نکلنے نہ دے اور بعض چیزیں داخل نہ ہونے دے اگر ہم ان دو باتوں کا لحاظ رکھ لیں کہ بعض چیزوں کو جسم سے نکلنے نہ دیں اور بعض کو داخل نہ ہونے دیں تو طہارت کامل ہو جاتی ہے نماز اور روزہ سے مجموعی طور پر انسان کو یہ گُر سکھایا گیا ہے کہ ہر انسان کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ بعض چیزوں کے جسم سے نکلنے کی وجہ سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے ان کو نکلنے نہ دے اور بعض چیزوں کے جسم میں داخل نہ ہونے دے[1]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی گندی چیزیں ہیں جن کا نکلنا روحانیت کے لحاظ سے مضر ہوتا ہے۔ دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ گند کا نکلنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ کیا ایسے گند بھی ہیں جن کا نہ نکلنا اچھا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ہمیں قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے[2] مثلاً کسی کی طبیعت میں غصہ زیادہ ہے۔ اگر کسی موقعہ پر اُسے سخت غصہ آگیا مگر وہ اُسے نکلنے نہیں دیتا تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ نیک اور متقی انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے مگر وہ اُسے روک لیتا ہے۔ جیسے نماز کے وقت اس بات کا لحاظ رکھ لیتا ہے کہ اُس وقت ایسی چیزیں ظاہر ہوں جو وضو کو باطل کر دیں بعض کیفیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ روک دینے سے کم نکلتی ہیں اور اگر انہیں نکلنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے تو بڑھ جاتی ہیں۔ غصہ بھی ایسی ہی کیفیات میں سے ہے۔ ہمارے ہاں محاورہ بھی یہی ہے۔ کہتے ہیں کہ اب تو آپ نے غصہ نکال لیا ہے اب جانے دو۔ یعنی گالی گلوچ یا مار پیٹ کے ذریعہ سے غصہ کا اظہار کر لیا ہے۔ لیکن اگر وہ اُسے دبا لیتا اور روک لیتا تو وہ اُس کے لئے نیکی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کسی کے دل میں کوئی بُرا خیال پیدا ہو مگر وہ اُسے روک لے اور اُس پر عمل نہ کرے تو یہ اس کے لئے نیکی ہو جاتی ہے غرض قلب کے بعض ایسے حالات ہوتے ہیں کہ اگر انہیں ظاہر کیا جائے تو طہارت باطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ان کو دل ہی میں رکھیں تو نیکی بن جاتی ہے۔ یہ سبق نماز سے حاصل ہوتا ہے دوسری چیز یہ ہے کہ کوئی چیز جسم میں داخل نہ ہونے دی جائے اس کی مثال جھوٹ استہزا، چغلخوری اور غیبت وغیرہ کی باتیں ہیں۔ ان کا نہ سننا بھی نیکی ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی باتیں انسان کو روحانیت سے عاری کر دیتی ہیں۔ پس اخلاق فاضلہ مکمل کرنے کے لئے ان دونوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ بعض قسم کے گندوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور بعض کو اندر داخل نہ ہونے دیا جائے روزہ ہمارے لئے یہ سبق رکھتا ہے کہ ہم ان تمام ناپاک اور گندی زبان سے بچیں جن کو اپنے اندر داخل کرنے سے ہماری روحانیت باطل ہو جاتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اس سوال کا جواب کہ روزے صرف رمضان کے مہینہ میں ہی کیوں رکھوائے جاتے ہیں۔ سارے سال پر ان کو کیوں نہ پھیلا دیا گیا (باقی صفحہ ۱۸ پر)

---

[1] ہونے کی وجہ سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے انہیں داخل

[2] کہ بعض گند ایسے بھی ہیں جن کا نہ نکلنا ہی اچھا ہوتا ہے

"دِل کا حلیم" حضرت مصلح موعودؓ

چند غیر مطبوعہ ایمان افروز واقعات

از :- مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے منشاء سے دعویٰ سے پہلے ہوشیارپور شہر میں چلّہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخش کر ایک ایسے عظیم الشان بیٹے کی خبر دی جس کی ساری طاقتیں دینِ اسلام کے غلبہ کیلئے وقف ہوں گی۔ آپ کی جو اعلیٰ صفات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں اس میں ایک یہ ہے کہ وہ "دِل کا حلیم" ہوگا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت بیشمار شمائل و اخلاق کا ایک حسین مرقع ہے۔ اس بحرِ بیکراں کو ایک کوزہ میں بند کرنا محال ہے۔ چند قطرات ہی پیش کئے جا سکتے ہیں خاکسار کو حضور نے ۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں اپنا اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اور فروری ۱۹۳۸ء کے پہلے عشرہ میں پرائیویٹ سیکرٹری۔ خاکسار اس خدمت میں ۱۵ اپریل ۱۹۴۱ء تک رہا۔ بعد میں قائم مقام کے طور پر ۱۹۵۷ء میں بمقام ڈلہوزی پونے دو ماہ اس خدمت کی توفیق پائی۔

آپ مخالفین تک سے حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ انتقامی حِس گویا موجود ہی نہ تھی۔ آپ ہر ایک کے دلی خیر خواہ تھے۔ آپ حتی الامکان ان کی مدد اور خدمت کرتے اور اس کو رضائے الٰہی کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔ میں واقعات ذیل حلفاً بیان کرتا ہوں۔

(۱) :- ایک مستری خاندان نے قادیان میں رہتے ہوئے جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ اور ایک اخبار جاری کر کے اس میں حضور اور حضور کے خاندان کے متعلق ناقابل برداشت گند اُچھالا سربراہ غیر مبائعین نے ان کے ہمنوا ہو کر ان کی گندی باتوں کو ایک خطبہ میں اُچھالا۔

حضور نے مسجد مبارک میں ایک مجلس عرفان میں بیان فرمایا کہ ایک شخص کسی گاؤں کے نمبردار کے بارے ایسی باتیں نہیں کہتا جو مستری خاندان نے اعلانیہ ہمارے خلاف لکھیں۔ اس کو خطرہ ہوتا ہے کہ نمبردار مجھے معاف نہیں کریگا۔ اور انتقام لے گا۔ اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اس مستری خاندان کو ایسی جرأت اس یقین کی بنا پر ہے کہ وہ کیسی بھی الزام تراشی اور دشنام دہی کرے۔ میری طرف سے کوئی انتقامی کارروائی نہ ہوگی۔ نہ میں کسی احمدی کو ایسا کرنے دوں گا۔ یہ خاندان پہلے امرتسر اور پھر لاہور منتقل ہوا۔ لاہور اور ضلع لاہور کی کثیر جماعت سے کبھی اسے کوئی آنچ تک نہ پہنچی۔ لیکن قہرِ الٰہی سے یہ خاندان دائمی قعرِ مذلت میں مستغرق ہوگیا۔

(۲) :- فخر الدین ملتانی نے شیخ عبد الرحمٰن مصری کے فتنہ میں ملوث ہو کر نہایت بے باکی اختیار کی۔ حضور نے اسے گمراہی سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ حضرت ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحبؓ برادر حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہؓ (جو بعد میں ڈپٹی انسپکٹر جیل خانہ جات ہوگئے تھے) ملتانی کے ہم مدرسہ تھے۔ اس فتنہ کے وقت قادیان آئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر خاکسار نے جو اس وقت اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری تھا کوٹھی دار الحمد سے ڈاکٹر صاحب کا ملفوف دیکر ملتانی کو پہنچایا۔ وہ اپنی ایک تازہ خواب کی وجہ سے توبہ پر آمادہ ہوا۔ لیکن افسوس کہ اس کی نفسانیت آڑے آئی اور وہ توبہ سے محروم رہا اور ابدی ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑا۔

اس کی بیوہ نیک اور مخلص تھی۔ پہلی بیوی کی اولاد سے کسی نیک امداد کی توقع نہ تھی۔ اس نے اپنے خاوند کی موت کے جلد بعد ہی توبہ کر کے خلافت سے وابستگی اختیار کرلی۔ اس کا معافی نامہ خاکسار کے پاس ہی محفوظ رکھا گیا تھا۔

حضورؓ نے اسے بے سہارا دیکھ کر اس کی ماہوار امداد بھی مقرر فرما دی۔ چونکہ اس کے خاوند کے علانیہ شدید دشمن ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ اس کی لڑکی سے کوئی احمدی شادی کرے۔ اس بارے میں مدد کی درخواست پر حضور نے اس بچی کی شادی کا بھی تھوڑے دنوں میں ہی انتظام فرما دیا۔

ملتانی کی پہلی اولاد کا اپنے والد کی بد باطنی اور شیطنت کو دیکھتے ہوئے حضور کی ان کرم فرمائیوں پر شرم سے سر جھک جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے بڑے بیٹے کا خاکسار کو علم ہے کہ اس نے عداوت کی راہ ہی اختیار کئے رکھی۔ الٰہی سلسلہ کا وہ کیا بگاڑ سکتا تھا۔ فخر الدین کی نسل میں سے کوئی بھی اپنے تئیں اس کی طرف منسوب کر کے ذلت اور خواری مول نہیں لینا چاہتا۔ یہ سب گمنامی کی نذر ہو چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۳) :- شیخ عبد الرحمٰن مصری نے از خود خلافت سے خروج کیا اور بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ میرے پایہ کے کسی عالم نے خلافت ثانیہ کی مخالفت نہیں کی۔ جماعت احمدیہ عنقریب میری طرف دھیان دے گی۔

محترم مولوی محمد ابراہیم صاحب بی اے مجاہد ہنگری جب وہاں سے واپس آئے۔ تو یہ معلوم ہونے پر کہ طالب علمی میں مصری کا بیٹا نصیر احمد ایم اے اپنے استاد محترم ناصر صاحب سے مانوس تھا حضور کے ارشاد پر مولوی صاحب اسے سمجھانے گئے اور آ کر بتایا کہ وہ نہایت اخلاق باختہ اور بے باک ہے اور دینی اصلاح سے کوسوں دور ہے۔ اس خاندان کے لاہور جانے پر جلد ہی دروگردہ ہونے پر یہ جوان سال بیٹا میو ہسپتال کی آپریشن کی ٹیبل پر موت کی آغوش میں چلا گیا۔

مصری صاحب خائب و خاسر ہوتے وہ لاہور منتقل ہوگئے۔ اس وقت تک وہ مبائعین کے اعتقادات پر قائم ہونے کا ادّعا کرتے تھے۔ پھر وہ غیر مبائعین میں شامل ہوگئے۔ ان کا طریق نیشِ عقرب کا تھا۔ وہاں بھی اُنہوں نے فتنہ پروری کا طریق اختیار کیا۔ جناب مولوی محمد علی صاحب کی وفات پر ان کی بیگم صاحبہ محترمہ نے ایک چٹھی محترم محمد کریم اللہ صاحب آزاد نوجوان کو تحریر کی جس میں بتایا کہ میرے خاوند کو جماعت کے فلاں فلاں افراد نے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ میرے خاوند نے فلاں فلاں اور شیخ عبد الرحمٰن مصری کے متعلق اسی وجہ سے وصیت کی تھی کہ ان کے بعین جناب مولوی صاحب کے جنازہ کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔

۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ شدید مخالفت کے دور میں سے گذر رہی تھی۔ احباب کو معلوم ہے کہ اس شدید مخالفت میں یہ دباؤ ڈالنے کے لئے کہ حکومت جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دے پنجاب کی ساری مشینری متزلزل ہوگئی تھی اور علماء بشمول جماعت اسلامی اور عوام اور حکام سب اس میں شامل تھے اور مغربی پنجاب کے چیف منسٹر نے وزیر اعظم پاکستان پر فون پر زور دیا کہ فوراً یہی وہ کہہ دیں کہ یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس وقت روزنامہ الفضل بھی بند کر دیا گیا تھا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک پیغام میں جماعت احمدیہ کو اطمینان دلایا کہ خدا میری طرف بھاگا آ رہا ہے۔ میں اس کی گود میں ہوں۔ اس نے مجھے کبھی نہیں چھوڑا۔ اور چند دن میں ہی اچانک مغربی پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور گورنر جنرل کے ایک اعلیٰ پایہ کے تحقیقاتی عدالت کے قیام پر اس کی رپورٹ سے ان مقاصد کے بواعث اچھی طرح سامنے آئے۔ اس وقت لاہور شدید مخالفت کا گڑھ تھا۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی رضی اللہ عنہ مہاجر لاہور نے خاکسار کو جو بات سنائی اس سے احباب اندازہ کرلیں آیا مصری احمدی تھا بتایا کہ مصری صاحب کی ایک بیٹی انسپکٹرس آف سکولز تھی۔ ایک غیر احمدی صاحب نے چاہا کہ مجھے سفارش کے لئے اس کے پاس لے جائیے۔ میں نے بتایا کہ مصری جماعت احمدیہ سے خارج ہے میں اس کے پاس ساتھ جانے کو ہرگز تیار نہیں۔ اس سے تو یہ سمجھا جائے گا کہ میرا اس سے میل جول قائم ہے۔ اس شخص کے اصرار پر میں نے دور سے مصری کا گھر دکھا دیا۔ دور مجھے کھڑا دیکھ کر مصری صاحب نے مجھے پہچانا نہیں۔ میرے پاس آ کر کہا کہ میں احمدی نہیں۔ میں نے کہا کہ میں دیر سے آپ کے متعلق یہی خیال رکھتا ہوں۔

(۴) :- قادیان میں ایک شخص حکیم عبد العزیز سرگرم ہمنوا تھا۔ مصری۔ ملتانی اور احراری ٹولہ کا۔ تقسیم ملک کے وقت وہ قادیان میں تھا۔ اس وقت قادیان سے پاکستان کو منتقل ہونا صرف جماعت احمدیہ کے انتظام کے ماتحت ممکن تھا جس کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لاہور میں ایک عظیم مجاہدانہ کامیاب کارروائی کی یہ سالہا سال سے حکیم مذکور کو علانیہ عداوت سب متعلقین کے علم میں تھی۔ کسی نے اسے کچھ نہیں کہا۔ وہ باجماعت نمازوں میں شریک ہونے لگا۔ اور وہاں جا کر اس کی ان منافقانہ کارروائیوں کا بھانڈا پھوٹا اور وہ پھر برملا مخالفین میں شامل ہوگیا۔

(باقی ملاحظہ فرمائیں صـ۱۹ پر)

سیرت حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

مرتبہ مکرم محمد نسیم خان صاحب نائب ایڈیٹر بدر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام ہمیشہ دنیا میں قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا ہے وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں رکھے گا۔"

(دورہ یورپ خطاب صـ۱۵)

یہ اُس وجود کا کلام ہے جسکی آمد کا تذکرہ گذشتہ صحیفوں میں درج ہے جسکی بشارت خدا تعالٰے نے اپنے مسیح پاک کو دی۔

اس عظیم المرتبت ہستی کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء بروز ہفتہ ہوئی آپ کی زندگی کی چند جھلکیاں تاریخ کے آئینہ میں ہدیہ قارئین ہیں

آپ کا عقیقہ ۱۸ جنوری ۱۸۸۹ء کو جمعہ کے دن ہوا۔ پرانے خاندانوں میں رواج تھا کہ چھوٹے بچوں کو دیکھنے کے لئے کوئی عورت رکھ لیتے تھے تاکہ وہ بچے کو سنبھال لے اس عورت کو کھلائی کہا کرتے تھے۔ آپ کے لئے جو کھلائی رکھی گئی وہ بیمار تھی لیکن اُس نے کسی کو بتایا نہیں تھا کہ میں بیمار ہوں اس کے اپنے آٹھ نو بچے تھے جو سل اور دق کی بیماری سے فوت ہو چکے تھے۔ اُس عورت نے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین سے پوچھے آپ کو دودھ پلا دیا اور اس طرح سل دق اور خنازیر (بیماریوں کے نام ہیں) کے جراثیم آپ میں داخل ہو گئے اور دو سال کی عمر سے لے کر مسلسل بارہ تیرہ سال ایسا ہی ہوتا رہا کہ کبھی بہت زیادہ کھانسی ہو جاتی کبھی بخار ہو جاتا کبھی خنازیر کی گلٹیاں پھول کر گیند کے برابر ہو جاتیں۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ اس بچے کا بچنا مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر دینے کا اور آپ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین)

سے بڑے بڑے کام لینے کا وعدہ کیا ہوا تھا اس لئے ڈاکٹروں کی مایوسی کے باوجود اللہ تعالےٰ نے خود اپنے فضل سے آپ کو بچا لیا۔

آپؓ بچپن سے ہی بہت ذہین تھے ایک دفعہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ وہاں سے گزرے آپؓ نے بڑے پیار سے پوچھا میاں آپ کھیل رہے ہیں؟ حضرت مصلح موعودؓ نے فوراً جواب دیا کہ "بڑے ہوں گے تو ہم بھی کام کریں گے"۔ اس وقت آپ کی عمر چار سال تھی۔ ۱۸۹۵ء میں حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری نے آپ کو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا ۷ جون ۱۸۹۷ء کو آپ کی آمین ہوئی اس آمین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دعائیہ نظم بھی لکھی کچھ عرصہ آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے لوئر پرائمری اسکول قادیان میں پڑھتے رہے ۱۸۹۸ء میں تعلیم الاسلام سکول بنا تو آپؓ اس میں داخل ہو گئے جہاں سے آپ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی لیکن میٹرک پاس نہیں کر سکے

صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی تربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی آپ کے بزرگ والدین نے آپ کی جس رنگ میں تربیت فرمائی وہ ہر والدین کے لئے ایک نمونہ ہے چنانچہ حضرت مرزا احمد اسماعیل بیگ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دن کچھ اصحاب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا۔ بعض دوستوں نے اس کی شاخوں سے مسواکیں بنا لیں۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمدؓ بھی ساتھ تھے چھوٹی عمر تھی۔ ایک مسواک کسی نے ان کو بھی دے دی اور انہوں نے بے تکلفی اور بچپن کی وجہ سے ایک دو دفعہ حضورؑ بھی کہا۔ ابا مسواک لے لیں" مگر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "میاں پہلے یہ بتاؤ کہ کس کی اجازت سے یہ مسواکیں حاصل کی گئی تھیں۔ یہ بات سنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر پھینک دیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صـ۲۱)

"اسی طرح ایک دفعہ تعلیم الاسلام سکول کے طلبہ کو مضمون دیا گیا کہ "علم اور دولت کا مقابلہ کرو" صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے اس مضمون کے متعلق بہت سوچا لیکن فیصلہ نہ کر سکے کہ علم اور دولت میں کون اچھا ہے۔ کھانے پر جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ سے باتوں باتوں میں پوچھا۔ بشیر تم بتا سکتے ہو کہ علم اچھا ہے یا دولت؟ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ تو خاموش رہے البتہ خود حضور علیہ السلام یہ بات سن کر فرمایا بیٹا محمود! توبہ کرو توبہ کرو نہ علم اچھا نہ دولت خدا کا فضل اچھا ہے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ صـ۳۴۲)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:-

"ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے میں نے اُس کتے کو اشارہ کیا اور کہا "ٹیپو! ٹیپو!! ٹیپو!!! حضرت صاحبؑ بڑے غصّے سے باہر نکلے اور فرمایا "تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا" میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہو گئی۔"

(الفضل یکم اپریل ۱۹۵۸ء)

آپ کی دنیوی تعلیم بظاہر میٹرک تک تھی لیکن آپ کے ذریعہ سے دنیا نے وہ علوم کا خزانہ پایا جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ آپ کی ادارت میں مارچ ۱۹۰۶ء میں ایک دینی علمی اور ادبی رسالہ "تشحیذ الاذہان" منظر عام پر آیا۔ اس رسالہ میں آپ کے نہایت اعلیٰ پایہ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ اس رسالہ میں شائع ہونے والے آپ کے پہلے مضمون کی تعریف مولانا محمد علی صاحب نے یوں کی:

" اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت اقدسؑ کے صاحبزادے ہیں۔ پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے... میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔"

(ریویو اردو مارچ ۱۹۰۶ء)

اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک غیر احمدی اخبار "نیّر اعظم" نے لکھا:-

بلا مبالغہ اسلامی رسالوں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیئے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجراء سے بہت مدد ملے گی۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۴۶۹)

آپ بچپن میں کھیلوں سے بھی دلچسپی رکھتے تھے لیکن کسی ایک کھیل کے شوقین نہیں ہوئے کہ اس میں غیر معمولی مہارت پیدا کرنے کے لئے اُسے مستقلاً اپنا لیا ہو۔۔ چنانچہ ایسے دنوں میں جب کہ موسم اور طبیعت کو فٹ بال سے زیادہ مناسبت ہو، آپ فٹ بال کھیلا کرتے۔ جب کبڈی کا دور دورہ ہوتا آپ کبڈی کے میدان میں نکل جاتے۔ جب بچوں میں میرڈبہ یا گلی ڈنڈا کی رو چلتی تو آپ میرڈبہ یا گلی ڈنڈا کی جھرمٹوں میں دکھائی دینے لگتے۔ جب برسات کی جھڑیاں قادیان کے گرد اگرد پھیلے ہوئے جوہڑوں کو لبالب بھر دیتیں بلکہ پانی اس کے کناروں سے اُچھل کر میدان میں پھیل جاتا ... تو تیراکی اور کشتی رانی کا شوق ہر شوق پر غالب آجاتا۔ پھر جب خزاں اور بہار کے معتدل دن رات شکار کا موسم لے کر آتے تو آپ کے دل میں بھی یہ شوق کروٹیں لینے لگتا۔

بچپن کے ابتدائی دور میں آپ غلیل لے کر بچوں کے جھرمٹ میں شکار کے لئے نکل کھڑے ہوتے بعد ازاں جب ہوائی بندوق میسر آئی تو ہوائی بندوق لے کر دوستوں کو ساتھ لیے ہوئے قادیان کے اردگرد کے دیہات میں شکار کے لئے نکل جاتے۔"

(تلخیص از سوانح فضل عمر جلد اوّل مصنفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن سے ہی اپنے الہام سے سرفراز کیا چنانچہ ۱۹۰۵ء میں آپ کو پہلا الہام ہوا ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں آپ کا نکاح حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی بیٹی حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (ام ناصر) سے رڑکی میں ہوا۔ آپ کا نکاح حضرت مولانا نورالدین صاحب نے پڑھایا۔ اور رخصتانہ کی تقریب دوسرے سال اکتوبر ۱۹۰۳ء میں آگرہ میں منعقد ہوئی۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۳ء کو برات واپس قادیان پہنچی، اگلے دن حضورؑ کے گھر سے اس خوشی میں بتاشے تقسیم کیے گئے۔ حضرت ام ناصر صاحبہؓ کے سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو جب آپ کے والد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۱۹ سال تھی آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات آئے چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

"آپ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا؟ انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا۔ اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ ... جب اس طرح بعض لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت اُنیس ۱۹ سال کا تھا مگر میں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ ـــ اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا، میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔"

چنانچہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ آپ نے اپنا یہ عہد کس قدر اولوالعزمی سے پورا فرمایا۔ دشمن نے احمدیت کو مٹانے کے لیئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن آپؓ کے حوصلہ ہمت اور جوانمردی کے سامنے ہر بدخواہ کو اپنے منہ کی کھانی پڑی۔ اور ہر ابتلاء کے بعد یہ سلسلہ پہلے سے زیادہ تابناک چہرہ کے ساتھ نمودار ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی آپ کے اندر علم کی تلاش اور تبلیغ اسلام کا جذبہ ودیعت فرمایا ہوا تھا چنانچہ نومبر ۱۹۰۹ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت سے ملتان کا تربیتی و تبلیغی سفر اختیار کیا۔

مارچ ۱۹۰۹ء میں آپ حضرت ام المومنینؓ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے ۱۹۱۱ء میں آپ بحالی صحت کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے اس کے علاوہ آپ ۱۹۱۲ء میں تبلیغ اسلام و تلاش علم کے جذبہ سے بنارس، کانپور، لکھنؤ، لاہور قصور، امرتسر، سہارنپور، رامپور، شاہجہانپور اور دیوبند وغیرہ بھی تشریف لے گئے ۱۹۱۲ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت بخشی۔ آپ پہلے مصر پھر حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ابھی جوانی کی عمر میں قدم رکھا ہی تھا کہ آپ کے ذریعہ سے علوم معرفت کے موتی بکھرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۱۰ء سے قرآن شریف درس دینا شروع فرمایا۔ اس کے متعلق اخبار الحکم ۲۱ر فروری ۱۹۱۰ء نے لکھا

"آپ (یعنی المصلح الموعودؓ) خدمت دین اور اشاعت اسلام کا جو جوش اپنے سینے میں رکھتے ہیں وہ اب عملی رنگ اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور قوم کے لئے بہت ہی مسرت بخش اور امید افزا ہے۔ اللہ تعالیٰ روح القدس سے آپ کی مدد کرے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی منظوری سے ۱۹۱۰ء میں مدرسہ احمدیہ کی نگرانی کی ذمہ داری آپؓ کو سونپی گئی۔ مدرسہ احمدیہ کا نگران بنتے ہی آپ نے بڑے انہماک اور محنت اور حکمت اور دعاؤں کے ساتھ مدرسہ احمدیہ کا معیار بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ آپ کی نگرانی میں یہ درسگاہ بہت جلد ایک بلند اور قابل رشک معیار تک پہنچ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی آپ کو اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا مارچ ۱۹۱۳ء میں ایک غیر احمدی صحافی محمد اسلم صاحب امرتسر سے قادیان آئے تو انہوں نے آپ کے متعلق یہ تاثرات بیان کیے:

"صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل کر ہمیں از حد مسرت ہوئی صاحبزادہ صاحب نہایت ہی خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم مدبّر بھی ہیں ...... صاحبزادہ صاحب کا زہد و تقویٰ اور اُن کی وسعت خیالات، سادگی ہیئت یادر ہے گی۔" (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۴ ص ۴۶۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ بنے آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے بہت پیار اور عقیدت رکھتے تھے، اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی آپؓ سے انتہائی شفقت و محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ آپؓ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں۔

"...... میاں محمود بالغ ہے اُس سے پوچھ لو کہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ میرا سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔"

آپ کی زیر ادارت جون ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل قادیان سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اُس وقت جماعت بہت ہی غریب تھی۔ ضرورتیں زیادہ تھیں۔ اس اخبار کے لئے آپ کی اہلیہ حضرت ام ناصر صاحبہؓ نے اپنے سارے زیور حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دیے جن کو بیچ کر الفضل چھپنے کا انتظام کیا گیا۔

۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا وصال ہوا۔ اس دن عصر کی نماز کے وقت سب لوگ مسجد نور قادیان میں جمع ہو گئے تھے۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے داماد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وصیت کے مطابق کسی شخص کو خلیفہ مقرر کریں۔ اس پر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہویؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ کا نام پیش فرمایا اور احباب جماعت سے

آپ نے بیعت کی۔ اور آپ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے غیر مبائعین جنہیں لاہوری یا پیغامی بھی کہتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات پر خلافت کو آئندہ ختم کرنے کی پُر زور کوشش شروع کی۔ جماعت کے لوگوں کو ورغلایا لیکن خدا تعالیٰ نے اُنہیں ناکام و نامراد کیا اور وہ جو انکے نزدیک ایک بچہ تھا یعنی حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ترقی پر ترقی دیتا چلا گیا۔

۳۱ مئی ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیٹی حضرت امۃ الحی صاحبہ سے آپ کا نکاح ہوا ان سے تین بچے ہوئے۔

آپؓ نے انجمن ترقی اسلام کے مقاصد پورے کرنے کے لئے پہلی مالی تحریک فرمائی جس پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور مستورات نے زیور تک پیش کئے۔

آپ نے نظام دکن کو تبلیغ کیلئے جون ۱۹۱۴ء میں ایک معرکۃ الآراء کتاب "تحفۃ الملوک" تصنیف فرمائی جس کا سب سے پہلا شیریں پھل حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب تھے آپ ۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء میں سلسلہ میں شامل ہوئے۔

آپؓ نے اپنے دور خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء میں 'برکات خلافت' کے موضوع پر خطاب فرمایا آپ کے دور میں دوسرا بیرونی مشن ماریشس میں قائم ہوا۔

۱۳ فروری ۱۹۲۱ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی بیٹی حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ سے شادی کی ان کو اللہ تعالیٰ نے چار بچے دیئے۔ موجودہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کے بیٹے ہیں۔

۲۵ دسمبر ۱۹۲۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی جس کی پہلی سیکرٹری حضرت امۃ الحی صاحبہ تھیں۔

آریہ سماجیوں نے شُدھی کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک چلائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کے خلاف ۱۹۲۳ء میں کام شروع فرمایا۔ اور کئی مبلغ ان جگہوں میں بھیجے۔ جہاں شدھی تحریک زوروں پر تھی اس کے نتیجہ میں بہت سے مسلمان ہندو ہونے سے بچ گئے۔ اور بہت سے لوگ جو ہندو ہو گئے تھے دوبارہ مسلمان ہو گئے آپ کے اس کارنامہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور اپنے اخبار دسمبر ۱۹۲۶ء میں یوں رقم طراز ہیں :

" گھر بیٹھ کر احمدیوں کو بُرا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔

راجستھان یو۔پی کے ملکانہ علاقہ میں آریہ سماجیوں کی طرف سے معصوم ناخواندہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک "شدھی" کا مقابلہ جماعت احمدیہ نے جس سربلندی کے ساتھ کیا اُس سے خوفزدہ ہو کر ایڈیٹر اخبار آریہ سماج "تیج" دہلی نے آریہ سماجیوں کو اس طرح متنبہ کیا:

میرے خیال میں تمام دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس موثر اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت احمدیہ جماعت ہے..... بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقعہ پاکر ہمیں بالکل جھلس دیگی ہندوستان اور دوسرے ممالک میں شدھی تحریک کے لئے سب سے بڑی روک احمدیہ جماعت ہے۔"

(اخبار تیج دہلی ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء)

حضرت امۃ الحی صاحبہؓ کی وفات کے بعد ۱۳ اپریل ۱۹۲۵ء کو حضرت مولوی عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کی صاحبزادی حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے آپ کا نکاح ہوا جن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

اسی طرح یکم فروری ۱۹۲۶ء کو آپ کا نکاح سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدہ کی بیٹی حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ سے ہوا۔ ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

۱۹۲۴ء کے شروع میں انگلستان میں ویمبلے پارک میں ایک نمائش لگی جس کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس بھی ہوئی تھی اس کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خود تشریف لے گئے جس میں آپ کا مضمون "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھا اور یہ مضمون بہت پسند کیا گیا۔

برطانیہ کے قیام کے دوران آپ نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مسجد فضل لندن کی بنیاد بھی رکھی۔ جس کی تصویر اس شمارہ کے ٹائیٹل صفحہ پر چھپی ہے۔

۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بیٹی حضرت سیدہ مریم صدیقہ سے ہوئی جن سے ایک بیٹی ہیں۔

آپؓ نے ۱۹۳۴ء میں تمام دنیا میں تبلیغ اسلام کی غرض سے تحریک جدید کا آغاز فرمایا۔ الحمدللہ آج یہ تحریک ایک تناور درخت بن گئی ہے جس کے ذریعہ ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام نہایت اعلیٰ طریق پر جاری ہے۔

آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے سلسلہ سے بہت درد رکھا تھا چنانچہ آپ نے سلسلہ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا آپ نے تحریک جدید میں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار چھ سو چھیاسی روپے چندہ دیا اس کے علاوہ اپنی قیمتی زمین بھی تحریک جدید کو دے دی۔

آپؓ نے اپنے سب بیٹوں کو وقف کردیا تھا ایک بار آپ نے فرمایا:

"میرے تیرہ ۱۳ لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کے لئے وقف ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں یہ ذکر ہے کہ "زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ کے دورِ خلافت میں تقریباً ۳۵ ممالک میں باقاعدہ مشنوں کا قیام عمل میں آچکا تھا۔

آپکی تحریکات میں ایک نہایت شاندار تحریک مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام ہے جس کا قیام آپ نے ۱۹۳۸ء میں فرمایا۔ پھر خدام الاحمدیہ کے ماتحت اطفال الاحمدیہ کی تنظیم بنائی تاکہ بچپن سے ہی ان کی تربیت اسلام کے مطابق کی جا سکے اور ان کی تعلیم و صحت کا خیال رکھا جا سکے۔

جولائی ۱۹۴۰ء میں آپ نے انصار اللہ کی تنظیم قائم فرمائی جس میں ۴۰ سال سے اوپر کے مرد شامل ہوتے ہیں۔

جنوری ۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے آپکو رویا میں بتایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ چنانچہ آپ نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو جلسہ لاہور میں نہایت پُر شوکت الفاظ میں یہ اعلان فرمایا:

"آج میں اس جلسہ میں اُس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔"

(بحوالہ الفضل مصلح موعودؓ نمبر ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

۴ جولائی ۱۹۴۴ء کو حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ جو حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب ابن حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب کی بیٹی ہیں سے آپ کا نکاح ہوا۔ تقسیم ملک ہونے پر آپ ہجرت کر کے ۳۱ اگست کو لاہور پہنچے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آپؓ نے اراضی ربوہ کا سفر اختیار فرمایا اور ۱۵ اگست ۱۹۴۸ء کو اراضی کا باقاعدہ قبضہ حاصل کیا اور ۲۰ ستمبر کو ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

۱۹۵۴ء میں ایک دشمن نے آپ پر چاقو سے قاتلانہ حملہ کیا آپ کی گردن پر بہت گہرا زخم لگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپکو بچا لیا۔ اس کے بعد آپ کافی عرصہ بیمار رہے لیکن بیماری کے باوجود آپ راتوں میں جاگ جاگ کر دینی کام کرتے رہے چنانچہ آپ نے تفسیر صغیر کا سارا کام بیماری کی حالت میں کیا۔

۱۹۵۷ء میں آپ نے وقف جدید کا اجراء فرمایا جس کے تحت دیہاتوں میں تعلیم و تربیت کا کام کیا جاتا ہے ۱۹۵۴ء کے بعد سے آپ بہت بیمار رہنے لگے تھے اور کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ ڈاکٹروں کے مشورہ پر آپ علاج کیلئے ۱۹۵۶ء میں یورپ گئے علاج سے آپ کو کچھ حد تک فائدہ تو ہوا مگر پوری طرح تندرست نہ ہو سکے بالآخر ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو تقریباً دو بجے رات آپ اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے آپکی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تلخیص از کتب سوانح فضل عمرؓ)

([illegible] حضرت مصلح موعودؓ [illegible] حضرت صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

"وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"

تخلیق سلطان اختر

رمضان المبارک کے مہینہ میں قیدیوں کو عبادت اور کام میں تخفیف کی سہولت دینے کیلئے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا وائسرائے ہند کے نام خط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ایک عظیم الشان بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی فرمائی تو اس کے ٹھیک ۳ سال بعد ہی آپ کے ہاں حضرت نصرت جہاں بیگم ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بطن سے اس لعل جلیل نے جنم لیا جس کی زندگی کا ہر پہلو ہر انداز ہر دور پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ

"خدا کی قسم پسر موعود میں ہی ہوں"

اس پیارے وجود کو دنیا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔ اس عظیم پیشگوئی میں پسر موعود کے اوصاف میں سے ایک "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا" بھی ہے۔ پیشگوئی کے یہ الفاظ آپ کے بابرکت وجود سے بارہا پورے ہوئے اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

۱۹۲۲ء میں رمضان شریف کا آغاز ماہ اپریل کے آخری دنوں میں ہوا۔ آپ نے ہندوستان کی جیلوں میں قید مسلمان قیدیوں کو رمضان شریف کی برکات سے فیض یاب کرانے کے لئے اسی دور کے وائسرائے کو ایک خط تحریر کروایا۔ آپ کا یہ فعل بھی اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جناب من!

مفصلہ ذیل عرض داشت حضور وائسرائے بہادر کی خاص توجہ مبذول کروانے کے لئے خاکسار پیش کرتا ہے۔ امید ہے موجودہ واقعات مہابر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری ان تجاویز پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔

ماہ رمضان المبارک غالباً ۲۸ اپریل ۱۹۲۲ء کو شروع ہوگا اس ماہ مبارک میں مسافروں اور بیماروں کے سوا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ ایک طرف ماہ رمضان میں طلوع صبح سے لے کر غروب شمس تک کھانے پینے سے بکلی پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ دوسری طرف روزانہ عبادت کے علاوہ مزید عبادات کا حکم ہے مسلمان اس مہینہ میں حتی الامکان کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے دلوں کو پاک کریں اور پوری طرح اسلامی احکام بجالائیں اور اپنے تعلقات کو خداوند کریم سے مستحکم کریں۔ اور ہر ایک قسم کے گناہ سے اپنے آپ کو حسب استطاعت بچائے رکھیں۔ لہذا ماہ رمضان المبارک ان روزہ داروں کے لئے جو پوری طرح احکام کی تعمیل کرتے ہیں اخلاقی اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قیدی بھی روزہ داری سے مستثنیٰ نہیں رکھے گئے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہند مفصلہ ذیل احکام صادر کرے۔

۱۔ سارے قیدی خواہ وہ پولیٹیکل ہوں یا دوسرے جو بھی روزہ رکھنا چاہیں انہیں سحری کے وقت ۳ بجے سے ۴ بجے تک اور شام کو فوراً سورج غروب ہونے پر کھانا کھانے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ رمضان المبارک میں ان کو مشقت سے تعطیل دی جائے یا زیادہ سے زیادہ برائے نام مشقت لی جائے۔

۳۔ اسلامی جماعتوں اور سوسائٹیوں کو اجازت دی جائے کہ وہ حافظ قرآن مہیا کریں تاکہ وہ نماز تراویح میں ساڑھے آٹھ بجے سے دس بجے شام تک انہیں قرآن سنائیں۔

دوسری تجویز کے متعلق خاکسار یہ عرض کرتا ہے کہ ماہ رمضان میں مشقت جیل سے تعطیل قیدیوں کے لئے عملی طور پر آرام دہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ روزہ رکھنا اور عبادات میں مشغول ہونا خود کافی مشقت ہے۔ اس لئے بحالت روزہ دار ہونے کے مشقت جیل بالکل ناقابل برداشت ہوگی۔ پس رمضان شریف میں مشقت سے تعطیل درحقیقت تعطیل نہیں ہے۔ جس سے قیدیوں کو آرام ملے گا بلکہ تکالیف روزہ قیدیوں کی جسمانی اور اخلاقی حالت کی ترقی کا بہتر ذریعہ ہو جائیں گی اور کسی طرح بھی یہ تجویز جیل کی حکمت عملی کے منافی نہیں ہو سکتی۔

تیسری تجویز کے متعلق کہ وہ گفتگو کرنے کے لئے کسی حافظ قرآن کو احاطہ جیل میں نمازی مسلمان اہلکاروں کی موجودگی میں اجازت دینا جیل خانہ کے انتظام میں خلل اندازی متصور نہیں ہو سکتا۔ اگر حضور وائسرائے بہادر ان تجاویز سے متفق ہو جائیں گے اور اس کے مطابق احکام کا اجراء ہو کہ سرکاری طور پر اس کی اشاعت کر دی جائے گی تو مسلمانان ہند خصوصیت سے گورنمنٹ کے شکر گزار ہوں گے۔

ایڈیشنل سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ قادیان

حکومت نے ان تجاویز کو منظور کیا اور صوبائی حکومتوں کو سرکلر جاری کیا۔ غرض پیشگوئی کے جس جس پہلو سے بھی سیدنا محمود کی زندگی کو پرکھا جائے آپ ہر طرح پیشگوئی کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

(منقول از الفضل ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء)

بقیہ صفحہ ۱۳

یہ ہے کہ جب تک تواتر اور تسلسل نہ ہو صحیح مشق نہیں ہو سکتی۔ اگر مہینہ میں اگر ایک ہی دن کا روزہ رکھ دیا جاتا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک وقت کے کھانے میں تو بعض اوقات سیر وغیرہ کے باعث بھی دیر ہو جاتی ہے یا بعض اوقات اور مصروفیتوں کے باعث بھی کھانا نہیں کھایا جا سکتا۔ مگر کیا اس سے بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے؟ حکومت بھی فوجیوں سے متواتر مشق کراتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہر مہینہ میں ایک دن اُن کی مشق کیلئے رکھ دے۔ غرض جو کام کبھی کبھی کیا جائے اُس سے مشق نہیں ہو سکتی۔ مشق کے لئے مسلسل کام کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پورے ایک ماہ کے روزے مقرر فرما دیئے تاکہ مومنوں کو خدا تعالیٰ کے لئے بھوکا پیاسا رہنے اور رات کو عبادت کے لئے اُٹھنے اور دن کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کرنے کی عادت ہو اور اُن کی روحانی صلاحیتیں ترقی کریں۔

غرض رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص برکات اور خاص رحمتیں لے کر آتا ہے یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور احسان کے دروازے ہر وقت ہی کھلے رہتے ہیں اور انسان جب چاہے ان سے حصہ لے سکتا ہے صرف مانگنے کی دیر ہوتی ہے ورنہ اس کی طرف سے دینے میں دیر نہیں لگتی کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ ہاں بندہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض دفعہ دوسروں کے دروازہ پر چلا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے بعد ایک عورت کو دیکھا کہ وہ پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ اُسے جو بچہ بھی نظر آتا وہ اُسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیتی اور پیار کر کے چھوڑ دیتی۔ آخر اسی طرح تلاش کرتے کرتے اُسے اپنا بچہ مل گیا۔ اور وہ اُسے لے کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِس عورت کو اپنا بچہ ملنے سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اللہ تعالیٰ کو اپنے گمشدہ بندہ کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔ سو اُس رحیم و کریم ہستی سے تعلق پیدا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر گھڑی رمضان کی گھڑی ہو سکتی ہے اور ہر لمحہ قبولیت دُعا کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اگر دیر ہوتی ہے تو بندہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس کے احسانات میں سے ہی ہے کہ اُس نے رمضان کا ایک مہینہ مقرر کر دیا۔ تاکہ وہ لوگ جو خود نہیں اُٹھ سکتے اُن کو ایک نظام کے ماتحت اُٹھنے کی عادت ہو جائے۔ اور اُن کی غفلتیں اُن کی ہلاکت کا موجب نہ ہوں۔

پس یاد رکھو کہ روزے کوئی مصیبت نہیں ہیں۔ اگر یہ کوئی دُکھ کی چیز ہوتی تو انسان کہہ سکتا تھا کہ میں دُکھ میں کیوں پڑوں۔ لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے روزے دکھوں سے بچانے اور گناہوں سے محفوظ رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی لقاء حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اور گو بظاہر یہ ہلاکت کا باعث معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان فاقہ کرتا ہے۔ جاگتا ہے۔ بے وقت کھانا کھاتا ہے۔ جس سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور پھر ساتھ ہی اس کے یہ احکام بھی ہیں کہ صدقہ و خیرات زیادہ کرو۔ اور غرباء کی پرورش کا خیال رکھو۔ مگر یہ قربانیاں ہیں جو اُسے خدا تعالیٰ کا محبوب بناتی ہیں۔ اور یہی قربانیاں ہیں جو قومی ترقی کا موجب بنتی ہیں ۞

"خدا تعالیٰ ان باتوں سے راضی ہوتا ہے کہ انسان عفت اور پرہیزگاری اختیار کرے۔ صدق و صفا کے ساتھ اپنے خدا کی طرف جھکے۔ دُنیوی کدورتوں سے الگ ہو کر تبتل الی اللہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر اختیار حاصل ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۹ صفحہ ۳۲۱)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی

مضمون نگار طلباء کے لئے نصائح

سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ کے تعلیمی اداروں کے طلباء کے زیر اہتمام دو مختلف مواقع پر ان کی جانب سے رسالہ جاری کرنے پر طلباء کے لئے جو پیغامات دیئے ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱)

"عام مضمون ہر ایک شخص لکھ سکتا ہے لیکن مضمون ایسا لکھنا چاہیئے جو اس کے پڑھنے والوں کے لئے زیادتی علم کا موجب ہو۔ اصل مضمون وہی ہے جو اپنے اندر کوئی نئی بات رکھتا ہو۔ اس کے لئے ان امور کو مد نظر رکھیں۔

★ — مضمون ایسے ہوں جو واقعہ میں مفید ہوں اور صرف ذہنی دلچسپی کے لئے نہ ہوں۔

★ — مضمون میں طبعی ترتیب ہو تاکہ پڑھنے والے کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

★ — مضمون میں ایسے مفید پہلو پیش کئے جائیں جو اس سے پہلے زیر بحث نہ آئے ہوں۔

★ — مضمون میں ایسے امور ہوں جن سے ذہن میں وسعت پیدا ہو۔ تنگ ظرفی اور کج فہمی پیدا کرنے والے نہ ہوں۔

★ — اپنے خیال کو ثابت کرنے کے لئے غلط استدلال کو کام میں نہ لائیں تقویٰ کا دامن نہ چھوٹے۔

★ — مضمون شائع ہونے کے بعد اگر اپنی غلطی معلوم ہو تو اس کے اقرار کرنے سے دریغ نہ ہو۔

★ — اپنے سے پہلے عالموں کے غور و فکر کے نتائج کو مناسب درجہ دیں۔

★ — انسانی علم کی ترقی کبھی نہیں رکتی ہے۔

★ — علم کے جس مقام پر اب دنیا ہے وہ پہلوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم بھی اس مقام پر پہنچے نہ ہوتے۔

★ — پہلوں کی غلطیاں ہی ہماری اصابت رائے کا موجب ہیں۔"

(۲)

ایک اور موقع پر طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے آپؓ نے مندرجہ ذیل نصیحت فرمائی:۔

"تعلیم الاسلام کو سیکھنا اور پھیلانا تمہارا مقصود ہونا چاہیئے۔ تم اسلام کے وارث ہو۔ تم اس کے حامل بنو۔ تمہارے دل اور تمہارے گھر اسلام کا گھر بنیں۔ خالی نیک نیت خواہ کتنی ہی پختہ ہو بغیر عمل کی قابلیت کے فائدہ نہیں دیتی پس زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو اور اس کی تعلیم لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ اسلام تمہاری ہر عادت میں داخل ہو جائے اور تم سے آپ ہی آپ ایسے اعمال ظاہر ہوں جو تعلیم الاسلام کے ظاہر کرنے والے ہوں اور آپ ہی آپ وہ کلمات زبان و قلم سے نکلنے شروع ہو جائیں جو تعلیم الاسلام کی گونج پیدا کرنے والے ہوں۔

اور آپ ہی آپ وہ ملفوظات قلم پر آنے لگیں جو تعلیم الاسلام کا رنگ رکھتے ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور اگر تم سچے دل سے کوشش کرو گے تو انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا"

(تاریخ احمدیت جلد ششم، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۶ سے ماخوذ)

"دل کا حلیم" بقیہ صـ ۱۴

(۵):۔ پیر شاہ چراغ صاحب قادیان کے بہت متمول اور مالک اراضی تھے۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۷ء تک متواتر چودہ سال تک گویا وہ احراری فساد انگیزی سے تقسیم ملک تک احرار ٹولہ کے ملجا و ماویٰ رہے۔ ان کا بہت بڑا سہارا تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ واقعی دل کے حلیم ہیں۔ انکی ہدایات کے مطابق انکو اپنے انتظام میں بحفاظت پاکستان بھجوانے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ پوری معاونت فرمائیں گے۔ چنانچہ اُن کی خواہش پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے انہیں مع اہل وعیال اور قیمتی سامان لاہور بھجوا دیا۔ اور پھر انہوں نے سیالکوٹ میں باامن زندگی بسر کی۔

(۶):۔ قادیان کے نزدیک موضع بھامڑی میں مخالفین احمدیت نے حملہ کر کے حضرت مصلح موعودؓ کے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ ناظر ضیافت اور حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہؓ کے برادر اکبر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ناظر امور عامہ و خارجہ اور بہت سے احمدیوں کو شدید زخمی کر دیا۔ یہ احباب ایک جلسہ کرنے کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ فوجداری مقدمہ بھی ہوا۔

تقسیم ملک کے وقت امن و امان کی تباہی کی وجہ سے مضافات کے مسلمان ہوتے ہوتے قریباً ایک لاکھ کی تعداد میں قادیان میں پناہ لینے کیلئے جمع ہوئے۔ جماعت کیطرف سے انہیں گندم دی جاتی تھی۔ موضع بھامڑی کے مسلمان بھی یہاں آنے پر مجبور ہوئے۔ محلہ دارالبرکات کے نوجوان ان کیلئے پکا ہوا کھانا لے کر پہنچے تو وہاں کے شدید مخالف مولوی نے اپنے ساتھیوں سمیت "کفار" (معاذ اللہ۔ احمدیوں) سے کھانا لینے سے سختی سے انکار کر دیا۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ خوراک حاصل کرنے کی اور کوئی صورت نہیں تو قبول کیا۔ اور کبھی کسی نے سابقہ شدید مخالفت اور زد و کوب کرنے یا کھانا لینے سے انکار کرنے کے بارے اشارہ تک نہ کیا۔ اور یہ سب لوگ پاکستان چلے گئے۔

(۷):۔ ایک اعلیٰ پایہ کے ڈاکٹر نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت ۱۹۴۹ء کے قریب کی۔ وہ ایک مخالف طبقہ کے سرکردہ سربراہ کے داماد تھے ان کی بیوی نے ان سے عدالت کے ذریعہ علیحدگی حاصل کرلی۔ انہوں نے بچوں کو والدہ کے سپرد کر کے ایک خطیر رقم اخراجات کے لئے مقرر کردی۔

انہوں نے بتایا کہ شادی سے پہلے اس لڑکی کی راہ و رسم فلاں شخص سے تھی۔ میرا خیال ہے کہ مجھ سے علیحدگی لینے کے بعد وہ اسی سے شادی کرے گی۔ چنانچہ اس نے اس شخص سے شادی کی۔ ان صاحب نے حضور سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں عدالت میں یہ معاملہ اٹھاؤں اور اس کے والد کو بھی اس میں ملوث کروں۔ باوجود یہ کہ وہ سربراہ ایک رُبع صدی سے حضور کے شدید مخالف تھے۔ لیکن حضور نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی اور وہ صاحب باز رہے۔ اس وقت صرف حضرت مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبائی پنجاب و سابق بہاولپور ہیں جن کو اس بارے میں علم ہے۔

(۸):۔ تقسیم ملک کے وقت ضلع گورداسپور کو پاکستان میں شامل کر دیا گیا تھا۔ پاکستان سے ایک ڈپٹی کمشنر بھی متعین ہو کر پہنچ گیا تھا۔ اسوقت قادیان کی آبادی قریباً پچانوے فیصدی احمدیوں پر مشتمل تھی۔ ان کے پاس لائسنس والا اسلحہ تھا۔ لیکن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہندو محلہ کی حفاظت کیلئے احمدی نوجوانوں کا پہرہ لگوا دیا۔

حضور نے ہندو احباب کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ ہندو احباب یہاں سے منتقل ہو رہے ہیں۔ آپ جہاں جائیں گے وہاں کے لوگ کہیں گے کہ خلیفہ صاحب کا اصل روپ اب ظاہر ہوا ہے۔ ان سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ یہ میری بدنامی اور بے عزتی ہے۔ میری طرف سے اور جماعت کی طرف سے آپ لوگوں کو قطعاً کوئی خطرہ نہیں۔ اگر آپ لوگ خطرہ محسوس کرتے ہیں تو میں اپنے مکانات خالی کرا دیتا ہوں۔ آپ سب وہاں آجائیں حفاظت کی جائے گی۔

مضافات سے جمع شدہ مسلمانوں کے جم غفیر سے کہیں خطرہ پیدا ہوا تو پہلے میرا بڑا لڑکا ناصر احمد کام آئیگا۔ تب آپ تک کوئی حملہ آور پہنچ سکے گا۔ حفاظت کے قیام کیلئے قادیان میں ہندو مسلم کمیٹی قائم تھی جو (۳) بارسوخ ممبران پر مشتمل تھی۔ جو ہندو دوست اسوقت موجود تھے انہوں نے یہ تفصیل بتائی اور بتایا کہ ہمیں اطمینان ہو گیا اور جانے کا ارادہ رکھنے والے رُک گئے۔ اور جو دو تین دن بعد اعلان ہو گیا کہ ضلع گورداسپور ہندوستان میں شامل کر دیا گیا ہے۔ پھر بھی جماعت احمدیہ کے ہاتھ فتنہ و فساد سے رُکے رہے۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے، ناظر اعلیٰ جناب حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ۔ محترم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ۔ محترم مولوی احمد خان صاحب نسیم فاضل مبلغ اور محترم مولوی عبد العزیز صاحب بھامڑی فاضل کو غلط رپورٹوں سے گرفتار کر کے جیل میں ڈالا گیا جن کی رہائی کئی ماہ بعد عمل میں آئی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے امیر ضلع اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ امیر قادیان (سابق مجاہد بلاد عربیہ و انگلستان) کو گرفتار کرانے کی بھی کوشش کی گئی۔ جماعت احمدیہ نے ان مخالفانہ باتوں کا کوئی اثر نہیں لیا نہ اس بات کا کہ قادیان و مضافات میں احمدیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد شہید کی گئی ہے۔ اور انکے مال و منال لوٹ لئے گئے ہیں۔ اس انتقام کا نیک اثر غیر مسلموں پر چلا آرہا ہے۔ اور اس بات کا بھی کہ حضور نے ۳۰ اگست کو لاہور پہنچ کر جماعت احمدیہ کو خاص طور پر تلقین فرمائی تھی کہ غیر مسلموں کی حفاظت کی جائے۔ جماعت احمدیہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ کیا وہ سنہری حروف میں تاریخ برصغیر میں تحریر میں آئے گا۔

(۹):۔ مستبر احباب سے معلوم ہوا تھا کہ جناب مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ زمیندار لاہور عمر بھر کے احمدیت کے شدید مخالف جب آخر میں مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو اس وقت حضور بھی کرانا مری میں تشریف رکھتے تھے۔ حضور اپنے خرچ پر اپنے احمدی معالج غالباً حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کے ذریعہ انکا علاج کرتے رہے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور واقعی بڑے دل کے حلیم تھے۔ اسی حلیمی کی وجہ سے شدید مخالفوں سے بھی گہری ہمدردی کا سلوک فرماتے تھے۔ اللھم صل علیٰ محمد و بارک وسلم انک حمید مجید ✦

یادوں کی خوشبو

مرتبہ: قریشی محمد فضل اللہ

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے احباب جماعت کی ملاقاتوں کے انمٹ نقوش

(۱):- آپ کی ملاقات کروا کر ہی بھیجیں گے

مکرم محمد احمد صاحب نالا افغانان درویش قادیان فرماتے ہیں:-

خاکسار نے اوائل ۱۹۴۷ء میں بذریعہ تار حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کی تھی پھر دسمبر ۱۹۴۶ء میں قادیان آیا اور حضور کی تقریر سنی اور بہت دور سے ہی دیکھا۔ بارش کی وجہ سے صحیح طور پر دیکھ بھی نہ سکا بعد ازاں قادیان میں ہی رہ گیا۔ اور جنرل چونگی کی نوکری کر لی پھر پارٹیشن ہو گئی اور حضور یہاں سے چلے گئے اس وقت تک میری ملاقات نہ ہو سکی۔ خاکسار نے حضور کی تحریک پر درویشی اختیار کر لی۔ ۵۲۔۱۹۵۳ء میں پاسپورٹ بنا اور میں پہلی دفعہ ۱۹۵۴ء میں پاکستان گیا۔ پہلے سیدھا ربوہ گیا کہ حضور کی ملاقات سے ہی کہیں جاؤں گا۔ جب میں قصر خلافت میں پہنچا تو ملاقات والوں کی لائن لگی ہوئی تھی میں نے جب کہا کہ میں نے حضور سے ملاقات کرنی ہے تو منتظمین نے کہا لائن میں بیٹھ جاؤ دو منٹ ملاقات کے لئے ملیں گے۔ وہ عمارت دو منزلہ تھی اور حضور اوپر کی منزل میں تھے۔ جب میری باری آئی تو ایک آدمی نے مجھے سیڑھیوں پر سے چڑھاتے ہوئے اوپر چھوڑ دیا اور خود نیچے آ گیا۔ اوپر ایک دالان تھا اور اس کے تین طرف تین کمرے تھے جن کے دروازے دالان میں ہی کھلتے تھے۔ میں نے اوپر ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے خیال کیا کہ یہ حضور کے کوئی باڈی گارڈ ہوں گے۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا بھائی صاحب السلام علیکم اور پوچھا کہ حضور ان تینوں کمروں میں سے کس میں ہیں؟ میں نے ان سے ملاقات کرنی ہے وہ میرے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے آگے لے گئے اور مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور سامنے والی کرسی پر آپ بھی بیٹھ گئے۔ میں کچھ دیر خاموش رہا پھر خیال آیا کہ مجھے دو منٹ کا وقت ملا ہے اس میں سے آدھا تو گزر گیا ہے میں نے ان سے کہا کہ مجھے ملاقات کے لئے دو منٹ وقت ملا ہے اور اس میں سے قریباً آدھا تو گزر گیا ہے مجھے آپ بتلا دیں کہ حضور کس کمرے میں ہیں تاکہ ملاقات کر سکوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کوئی بات نہیں بیٹھیں آپ کی ملاقات کرا دی جائے گی۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ ایک ڈیڑھ منٹ خاموشی کے بعد پھر میں نے کہا کہ مجھے صرف پانچ منٹ ٹائم ملا ہے آپ مجھے صرف حضور سے ملا دیں تو انہوں نے پھر جواب دیا کہ کوئی بات نہیں بیٹھو ملاقات کرا دیں گے پھر میں کچھ دیر خاموش رہا اور گھنٹی بج گئی۔ وقت ختم ہو گیا اور وہ آدمی مجھے لینے کے لئے آ گیا کہ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ ان کو کہاں جانا ہے (میں باڈی گارڈ سمجھ رہا تھا) کہ آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا میرا وقت ختم ہو چکا ہے اب پتہ نہیں میری ملاقات ہو پائے نہ ہو۔ بہرکیف میں نے ان سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور کہا یہ مجھے لینے کے لئے آ گئے ہیں۔ اب آپ ہی ان کو جواب دیں۔ تو انہوں نے ان کو بھی وہیں بٹھا دیا اور بڑی سنجیدگی سے کہا کہ ان کی ملاقات کروانی ہے آپ بھی بیٹھ جائیں چنانچہ وہ بھی بیٹھ گئے اور مجھے تسلی ہو گئی۔ پھر انہوں نے مجھ سے قادیان کے حالات دریافت کرنے شروع کر دیئے جتنی وہ بات کرتے میں اتنا ہی جواب دے دیتا مگر خشک اور کھینچ کر قریباً پون گھنٹہ میری گفتگو ہوتی رہی اس دوران مجھے احساس ہوا کہ میں تو حضور کے ساتھ ہی باتیں کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں کرسی سے اٹھا اور حضور سے معانقہ کیا بوسہ دیا اور معذرت کرتے ہوئے معافی مانگی کہ نادانی میں میں بولتا گیا۔ حضور اس وقت بہت ہنسے اور پھر گفتگو کرنے لگے اب مجھ سے کوئی جواب نہ نکلے آپ نے دریافت کیا کہ پہلے تو بہت جواب دے رہے تھے اب کیا ہو گیا ہے میں نے کہا پہلے باڈی گارڈ سمجھ کر جواب دیتا رہا۔ اب مصلح موعودؓ کے سامنے کوئی بات نہیں آتی ہے۔ صبح کا وقت تھا۔ ملاقات کے بعد میں واپس آیا اور سیالکوٹ والی بس لی اور وہاں جا کر سیکیورٹی آفس میں پاسپورٹ درج کرا کے نارووال پہنچا اور تھانہ میں رپورٹ درج کرا کے پھر اپنے والدین کے پاس کالا قادر جو نارووال کے نزدیک ہے گیا۔ اور باقی رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ یہ دلچسپ واقعہ آج بھی میری نظروں کے سامنے اسی طرح گھومتا ہے۔

(۲):- بس میں دیکھتا ہی رہ گیا

مکرم سید بشیر الدین احمد صاحب کارکن دفتر بدر قادیان رقمطراز ہیں:-

خاکسار ۱۹۵۲ء میں ماہ دسمبر کی ۲۲ تاریخ کو قادیان دارالامان بغرض حصول تعلیم دینی حاضر ہوا۔ یہ محض اور محض خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اس نے مجھے قادیان آنے اور حصول تعلیم کی توفیق پانے کی سعادت بخشی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پھر ۱۹۵۶ء میں مجھے شوق ہوا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بھی شرف ملاقات حاصل کروں۔ چنانچہ ہم طالب علموں کا ایک قافلہ تیار ہوا جس کے امیر مکرم محمد احمد صاحب ہاشمی درویش سابق نائب ناظر تعلیم بنائے گئے۔ ہم طالب علموں کا ایک دن کا جلسہ چھوٹ گیا جس کا ہمیں بہت افسوس تھا۔ خیر یہ بھی کوئی تقدیر الٰہی تھی۔ چنانچہ ہم لوگ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو علی الصبح بعد نماز فجر عازم سفر ربوہ ہوئے راستے میں ہمارا قافلہ بڑی خیر و خوبی کے ساتھ گزرتا چلا گیا بارڈر میں پہنچ کر تلاشی تھوڑی بہت ہوئی ہم طالب علموں کے پاس تھا ہی کیا جس کی تلاشی ہوتی۔ پھر بخیر و خوبی اگلے سفر کی تیاری کی اور رات لاہور ٹھہرے پھر اگلے سفر ربوہ کیلئے روانہ ہوئے اور تقریباً رات کے پونے دس بجے پاکستانی ٹائم کے مطابق بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ ۲۷ دسمبر کی بات ہے کھانے سے فراغت کے بعد سیدھا جلسہ گاہ میں پہنچے وہاں اس وقت حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی مرحوم و مغفور تقریر فرما رہے تھے۔ تعلق باللہ کے موضوع پر لگتا تو ایسا ہی رہا تھا کہ جیسا کہ جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔ وہاں سے فراغت کے بعد ہم اپنی قیام گاہ گئے۔ اور آرام کیا۔ ہمارے امیر قافلہ نے کوشش فرما کر ہمارے لئے اسٹیج کا ٹکٹ لے لیا اور ہمیں اسٹیج میں بیٹھنے اور حضور کے قریب بیٹھ پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دوسرے دن اپنے وقت مقررہ کے مطابق حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ تمام حاضرین کھڑے ہو گئے۔ نعرہ ہائے تکبیر لگ رہے تھے ان نعروں کے جلو میں حضور سیدھا اسٹیج پر تشریف لائے اور تقریر شروع فرمائی اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا جبکہ حضورؓ کی تقریر کی کچھ سمجھ نہیں آئی۔ لیکن حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھتا رہا اور دیکھتا چلا گیا دل تھا کہ بھرتا نہیں تھا۔ تقریر کب شروع فرمائی اور کب ختم فرمائی مجھے اس کا کچھ ہوش نہ تھا۔ ہاں اتنا ضرور خیال تھا کہ بس حضور کا چہرہ دیکھ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی تھی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ہمارے ہم کلاس مکرم مولوی ولی الدین صاحب نے مجھے بتایا کہ حضور نے آج آسمانی مخالفت اور اس کا پس منظر کے موضوع پر تقریر فرمائی ہے۔ چونکہ ان دنوں عبد الوہاب اور عبد المنان کے واقعات رونما ہو چکے تھے اور منافقت اندر ہی اندر سر اٹھا رہی تھی اور موضوع یہ بنا تھا کہ کیا خلیفہ جب بوڑھا ہو جائے تو معزول ہو سکتا ہے یا نہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اس لئے حضور نے اس کی وضاحت فرمائی تھی پھر اسی طرح تیسرے روز بڑا اہم موضوع پر حضور نے تقریر فرمائی۔ جو کہ ان دنوں کتابی شکل میں موجود ہے۔ دوسرے دن بھی یہی دل کی کیفیت رہی حضور کے چہرے کی طرف میری نظر رہی تقریر سمجھ آتی یا نہ آتی اس سے کوئی تعلق نہ تھا میں تو حضور کے چہرے کو دیکھنے کا بھوکا تھا زندگی میں یہ مجھ ایک قیمتی متاع کا رنگ رکھتا تھا کہ وہ خوش قسمت زمانہ نصیب ہے کہ میرے جیسا دور دراز گاؤں کا رہنے والا آج اس ہستی کے قدموں میں بیٹھا ہے جس کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ مقام او مبیں از راہ تحقیر بدو رانش رسولاں ناز کردند۔ جو خدا کا نظر تھا۔ اس کی زیارت کیا کوئی معمولی درجہ رکھتی ہے۔ یہی میری زندگی کا اہم مقصد تھا جس کو الہام الٰہی نے بڑے بڑے القاب سے نوازا تھا اس کی مجلس میں اس ناچیز کا بیٹھنا کیا کوئی معجزہ سے کم تھا۔ میں بڑا ہی خوش قسمت تھا کہ اپنے تمام خاندان میں (صرف والد صاحب مرحوم و مغفور کو چھوڑ کر کہ وہ ۱۹۳۳ء میں خود حضور کی زیارت کر چکے تھے) اس وقت صرف اور صرف اکیلا تھا جس نے مصلح موعودؓ جیسی ہستی کو دیکھا۔ بڑا ہی خوش قسمت وقت تھا کہ زیارت کی توفیق ملی پھر جلسہ سالانہ کے بعد ملاقات کی باری آئی قادیان سے جانے والوں کی الگ باری مقرر تھی اور ان کی باری باقی تمام جماعتوں کی باری سے زیادہ وقت کی تھی ہمارے قافلہ کے امیر صاحب کے ساتھ ہمارے بزرگ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اور آپ ہر ایک بچے کا تعارف ذاتی طور پر خود کروا رہے تھے جب میری باری آئی تو میاں صاحب نے میرا نام بتا کر تعارف کروایا تو حضورؓ نے فرمایا کہ کیا آپ کے والد صاحب جماعت مونگھیر میں کس جماعتی عہدے پر رہے ہیں تو میرے منہ سے اچانک نکلا کہ ہاں حضور

میرے والد صاحب نے جب کہ میں ابھی بچہ ہی تھا تو بتایا جاتا ہے کہ میرے والد صاحب جماعت احمدیہ منٹگمری کے سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ کے عہدے پر فائز تھے۔ حضور بہت خوش ہوئے مسکرائے آج بھی وہ وقت میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔

زہے قسمت ۔ ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

اور ہمارے شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ٭ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ٭

اگر کوئی اور لیڈر ہوتا تو ضرور سزا دیتا!

مکرم غلام قادر صاحب درویش قادیان فرماتے ہیں :۔

۱۹۴۷ء میں خاکسار کو حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ عملہ حفاظت میں لاہور جانے کا موقعہ ملا۔ شیخ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی ۱۳ ٹمپل روڈ میں حضور کی رہائش تھی۔ گرمیوں کا موسم تھا حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ٹھنڈی بوتلیں لے آئیں جب میں باہر آیا تو بھول گیا اور باہر آکر بیٹھ گیا چند منٹ کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں نے کسی کو بوتلیں لانے کے لئے کہا تھا میرے کان میں بھی یہ آواز پڑ گئی اور مجھے یاد آیا کہ حضور نے مجھے ہی ارشاد فرمایا تھا لیکن فوراً ننگا بھاگا گیا اور بوتلیں لاکر حضور کی خدمت میں حاضر کر دیں تو حضور نے ازراہ شفقت میرا بازو پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا اگر آپ کو سمجھ نہیں آئی تھی تو دوبارہ پوچھ لیتے ایک سیکنڈ لگتا اگر دوبارہ سمجھ نہ آتی تو پھر پوچھ لیتے دو سیکنڈ لگتے۔ اب آپ باہر جاکر بھول گئے ہیں اور کتنا وقت ضائع ہوا ہے۔ اس سے زیادہ حضور نے کچھ نہیں کہا۔ اگر کوئی اور لیڈر ہوتا تو ضرور ناراض ہوتا اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا یا سزا دیدیتا۔ اللہ تعالیٰ آپؓ پر بے شمار رحمتیں نازل کرے حضورؓ کی شفقت کا زندگی بھر مجھ پر اثر رہے گا۔

حضور کو دبانے کے لئے وہی آدمی پیش ہوتے جو سگریٹ وغیرہ نہ پیتے ہوں کیونکہ ایسے بزرگوں کی حس بہت تیز ہوتی ہے اور اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے پارٹیشن سے قبل ایک مرتبہ مجھے بھی حضور کو دبانے کی سعادت ملی۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ کا بدن مضبوط اور سخت تھا اور صاف پتہ چلتا تھا کہ آپ ورزش کرتے ہیں۔ میں دباتے دباتے تھک گیا اور پسینہ سے شرابور ہو گیا۔ حضور کا اتنا رعب تھا کہ میں آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکا ٭

(۴) :۔ خدام خاموشی سے گزرنے لگے

مکرم چودھری منظور احمد صاحب آف گھنوکے ججہ درویش قادیان تحریر فرماتے ہیں :۔

تقسیم ملک سے پہلے خاکسار مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ یہ دن نہایت ہی خوشگوار اور عظیم ترین روحانی دور کے حامل تھے۔ فضاء روحانی ہواؤں سے لبریز ثمرات روحانی سے بھر پور اعلیٰ ثمرات کی حامل تھی۔ ہر طرف روحانیت ہی روحانیت کا انتشار اور سماں تھا۔ اور ایک عجیب سی سکون کی فضاء تھی۔ ہر چہرہ پھول کی طرح شگفتہ اور مطمئن نظر آتا تھا۔ وحدانیت کا ورد و دورہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدائیں ہر چہار جانب اپنا جلوہ دکھا رہی تھیں۔ یہی دور ۔ دور خلافت ثانیہ تھا۔ جو اپنی پوری آب و تاب سے اپنی جلوہ افروزیاں دکھا رہا تھا۔ اور جس کی چمک دمک سے خطہ دار الامان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اور خلافت ثانیہ کی قیادت میں جماعت کا ہر شعبہ پوری تن دہی سے مصروف عمل تھا حتیٰ کہ ذیلی تنظیمیں بھی جوبن پر تھیں اور پوری ہمت ۔ محنت ۔ لگن اور شوق سے مصروف عمل تھیں۔ اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں مصروف ۔ ان ذیلی تنظیموں میں سے مجلس خدام الاحمدیہ بہت اونچی اڑان بھر رہی تھی۔ جس کے صدر ان دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ جن کی قیادت میں مجلس خدام الاحمدیہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی۔ تعلیم و تربیت۔ صحت جسمانی اور شعبہ مالی میں بھی قدم بہت آگے بڑھا رہی تھی۔ ہر سال اس کا سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوا کرتا۔ اور بڑا ہی پُر رونق۔ پاکیزہ اور خوشکن اجتماع جس کی نظیر دنیا کے اجتماعات سے جدا۔ یہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح نفس۔ اور صحت جسمانی کی غرض سے ہوا کرتا تھا۔ جو آج بھی بہت ہی حسین یاد ہمارے دلوں میں چھوڑ ہوئے ہے۔

جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ ان اجتماعات کی اصل غرض محض اور محض تعلیم و تربیت اور اصلاح خالص تھی اور ہے اور رہے گی۔ جوان اجتماعات کا ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتی ہے مقصد و مدعا ہے۔ لیکن بسا اوقات انجانے میں غلطی بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ رونما ہوا۔ جس کا اظہار کرنا مفید سمجھتا ہوں۔

صحیح سن و سال مجھے یاد نہیں غالباً ۱۹۴۳-۴۴ء کا واقعہ ہے محلہ جس کا نام غالباً دار الشکر ہے اور جو کوٹھی دار السلام کے شمالی جانب واقع ہے۔ یہ ایک کھلا میدان تھا۔ اور اس سال یہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کیلئے بطور اجتماع گاہ منتخب ہوا۔ ایک روز جب کبڈی کا میچ ہو رہا تھا۔ جس میں سرگودھا۔ لائلپور لاہور۔ جھنگ کی ٹیمیں حصہ لے رہی تھیں۔ حضور انور سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ بھی خدام کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائے اور کبڈی کے مقابلہ جات سے لطف اندوز ہونے لگے۔ چنانچہ جب ایک دیہی جماعت کے نوجوان نے فریق مخالف کے کھلاڑی کو دبوچ لیا اور گرفت مضبوط کر لی تو اسی کی ٹیم نے مارے خوشی کے تالیاں بجانا شروع کر دیا۔ حالانکہ ہدایت یہ تھی کہ ایسے موقع پر حبذا۔ کہہ کر داد دینا چاہیئے۔ چونکہ وہ ٹیم دیہی علاقے کی تھی۔ جن کو ابھی اتنا باریک شعور نہ تھا۔ انہوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیا۔ اسی دوران سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کرسی سے اُٹھے اور سخت ناراضگی کے ساتھ میدان اجتماع سے قصر خلافت تشریف لے گئے۔ حضور کا اُٹھنا ہی تھا کہ کھیل بند ہو گیا۔ ایک سناٹا سا چھا گیا۔ سب کے چہرے مارے غم کے ماند پڑ گئے۔ اور ایسا عالم طاری ہوا کہ جیسے ماتم کی صف بچھ گئی ہو۔ اور رنگ میں بھنگ پڑ گئی۔ یہ سماں دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ لفظوں میں اس کا صحیح نقشہ نہیں کھینچا جا سکتا ہے۔

منتظمین نے اس ٹیم کو ڈانٹا ڈپٹا۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ آخر کار حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضور پُر نور سے معذرت کی اور معافی کی درخواست کی لیکن حضور اس قدر سخت برہم اور ناراض تھے کہ حضور نے فرمایا کہ تم لوگوں نے خدام کی یہی تربیت کی ہے کہ ان کو ابھی تک اسلامی آداب و شعار تک معلوم نہیں۔ حضور پُر نور کی یہ آواز جب خدام کے کانوں میں پڑی تو اور کھلبلی مچ گئی۔ اور سب دُعائیں کرنے لگے اور استغفار میں لگ گئے۔ چنانچہ محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضور پُر نور سے معذرت کی۔ چوہدری صاحب نے حضور سے عرض کی کہ بچوں سے غلطی ہو جاتی ہے اور شفیق باپ معاف فرما دیا کرتے ہیں حضور معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہوا۔ اور معافی کا پیغام مل گیا۔ دوسری طرف خدام کو حکم ملا کہ تمام خدام مجلس وار قطار اندر قطار قصر خلافت کی طرف روانہ ہوں۔ چنانچہ سب خدام اجتماع گاہ سے قطار وار جلوس کی شکل میں محلہ احمدیہ میں پہنچے اور احمدیہ چوک سے پتلی گلی سے قصر خلافت پہنچے اور حضور پُر نور نے ازراہ شفقت زیارت کا موقعہ دیا۔ یہ اب یاد نہیں رہا کہ حضور کھڑے تھے یا بیٹھے۔ تاہم قصر خلافت کے اوپری حصہ کے برآمدہ سے خدام کا خاموشی سے گزرتے گئے۔ اور اس طرح حضور پُر نور کی زیارت سے معافی مل گئی۔ اور پژمردہ چہرے کھل اُٹھے۔

میں نے اس واقعہ کو اس لئے تحریر کیا ہے کہ حضور انور کو جماعت کی تربیت و اصلاح کا کس قدر خیال تھا۔ اور چھوٹی چھوٹی بات کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔ لہٰذا ان باتوں کو معمولی سمجھ کر تغافل نہیں برتنا چاہیئے۔ بلکہ اسلام کے معمولی سے معمولی احکامات پر بھی دل کی عزیمت سے پر عمل کرنا چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو ٭

(۵) :۔ ملاقات کے بعد ہی سکون ملا

مکرم مولانا بشیر احمد صاحب خادم درویش قادیان تحریر فرماتے ہیں :۔

۱۹۴۶ء کے شروع کی بات ہے۔ ان ایام میں مجھے کبھی کبھی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہرہ کی خدمت کا موقع ملتا رہا ہے۔ عام طور پر مسجد مبارک میں نماز مغرب کے بعد مجلس علم و عرفان بھی ہوا کرتی تھی۔ بعض اوقات حضور از خود کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے تھے اور بعض اوقات حاضرین میں سے کوئی نہ کوئی سوال کر کے حضور سے جواب کے متمنی ہوتے۔ حضور جب اپنی زبان مبارک سے گفتگو فرماتے تو میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عرض کرتا ہوں کہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس قدر قوت کشش اور قوت قدسیہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے ہر ہر لفظ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے جسم میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔ اور محبت الٰہی سے دل اس قدر لبریز ہو جاتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا کہ گویا میں خدا کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور میری رُوح وجد میں ہے۔ (باقی ملاحظہ فرمائیں صـ ۲۲ پر)

"وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا!"

مکرمہ امۃ الشافی صاحبہ اہلیہ مکرم محمد نذیر صاحب مبشر مبلغ سلسلہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ جن میں فرمایا:-

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ

یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے غیب کی باتوں کو صرف ایسے رسولوں اور مرسلوں پر ظاہر کرتا ہے جن کے دائیں بھی اور پیچھے بھی محافظ فرشتوں کی گارد چلتی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اپنے اُمور غیبیہ سے مطلع کیا اور آپ کی صداقت کو آشکار کرنے کے لئے لاکھوں نشانات کا ظہور ہوا۔ ان تمام پیشگوئیوں اور الہامات میں سے ایک امتیازی اور عظیم الشان پیشگوئی المصلح الموعودؓ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو ایک بیٹے کی بشارت دی جس کے مصداق جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ اور اس پیشگوئی کا لفظ لفظ آپ کی ذات مبارک پر پورا ہوا۔

اس پیشگوئی کی ایک شق میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" آسمانی شہادتوں پر اور اس کی عظمتوں پر ہر طلوع ہونے والی صبح ایک نئی گواہی پیش کرتی ہے۔ اسی طرح آپ کی زندگی میں بے شمار واقعات ایسے ہوئے کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تین کو چار کرنے والے تھے۔ چنانچہ ۳۱۳ کا واقعہ تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ سے قبل تاریخ میں اس قسم کے واقعہ کا تین دفعہ ذکر ہوا۔ ایک دفعہ بنی اسرائیل میں خدا تعالیٰ نے ۳۱۳ مومنین کو دشمن پر غالب کیا۔ دوسری دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جنگ بدر کے موقعہ پر ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے کفار اور دشمنان اسلام پر فتح عطا فرمائی۔ تیسری دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ۳۱۳ اصحاب کو جمع ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور چوتھی بار تقسیم ملک ہند کے وقت حضرت المصلح الموعودؓ کے حکم سے ۳۱۳ جان نثار قادیان میں مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے رکے جو درویشان قادیان کہلاتے ہیں۔ اس طرح یہ تاریخ ساز واقعہ تاریخ احمدیت میں حضرت المصلح الموعودؓ کے دور میں چوتھی بار رونما ہوا۔ اور اس واقعہ کے ذریعہ الہام وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ لفظ بلفظ پورا ہوا۔

اسی طرح ہجرت سے قبل دنیائے اسلام میں قابل احترام تین اسلامی مرکز تھے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ اور قادیان دارالامان لیکن حضرت المصلح الموعودؓ نے ربوہ مبارک آباد کر کے ایک چوتھے مرکز کا اضافہ کیا اور تین مرکز کو چار مرکز بنا دیا۔

اسی طرح آپ کی خلافت سے قبل جماعت میں تین قسم کے چندے جاری تھے۔ چندہ زکوٰۃ۔ چندہ عام۔ چندہ وصیت لیکن آپ نے تحریک جدید۔ وقف جدید یا چوتھا چندہ جاری فرمایا۔

پھر تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن اور نوعمری کے زمانے میں خاص کلام کرنے والے آپ سے قبل تین لڑکے گزرے ہیں اوّل حضرت مسیح ناصریؑ۔ دوسرے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ تیسرے حضرت علی کرم اللہ اور چوتھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھے۔ اس پہلو سے بھی الہام پورا ہوا۔

اس الہام کا ظہور ایک دفعہ پھر ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس بار یہ الہام حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ جو حضرت مسیح موعودؑ کے محترم اوّلین فرزند تھے کے ذریعہ پورا ہوا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو بصدق دل عاشق رسولؐ اور عاشق قرآن یقین کرتے تھے۔ اور انہیں حضور کی زندگی کا ایک لمبا دور دیکھنے کی سعادت ملی۔ لیکن وہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بیعت کر کے جماعت میں داخل نہ ہوئے۔ آخر انہوں نے ۱۹۳۰ء میں حضرت المصلح الموعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح حضرت المصلح الموعودؓ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے تین زندہ صلبی و روحانی بیٹوں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ساتھ چوتھے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کا بھی اضافہ ہو گیا۔

قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمارے سامنے تین مقدسین کا ذکر آتا ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی اس حال میں کی کہ ان کی مقدس والدہ بھی ان کی قربانی میں شریک تھیں۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ دوسرا ذکر حضرت اسمٰعیلؑ اور آپ کی والدہ محترمہ تیسرے حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ محترمہ بالکل اسی طرح قیام ربوہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے بھی خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس حالت میں ایک عظیم قربانی کی جبکہ آپ کی مقدس والدہ محترمہ بھی اس قربانی میں شریک تھیں چنانچہ اس طرح بھی آپ کی ذات پر یہ الہام صادق آتا ہے۔

ایک اور پہلو سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپؓ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب۔ مرزا فضل احمد صاحب اور بشیر اوّل کے بعد پیدا ہوئے۔ اور اس طرح بھی آپ چوتھے فرزند تھے۔ اسی طرح آپ کے وقت ہندوستان میں تین سن مروج تھے۔ ایک بکرمی دوسرا عیسوی اور تیسرا ہجری قمری آپ نے چوتھے سن ہجری شمسی کا اجراء فرمایا۔

آپ کے مصلح موعود ہونیکے ثبوت کے بارے میں قادیان سے باہر تین بڑے شہروں ہوشیار پور۔ لدھیانہ اور لاہور میں جلسے ہوئے اور چوتھا آپ نے خود جا کر دہلی میں کیا۔

اس طرح الہام وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا متعدد رنگ میں بڑی شان کے ساتھ آپ کی ذات مبارک پر پورا ہوا۔

بقیہ صفحہ ۲۱:- دل چاہتا کہ حضور گفتگو فرماتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

سنہ ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے کہ میں حضور کی ملاقات اور رشتے داروں کو ملنے کے لئے پاکستان گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضور کی طبیعت ناساز ہے۔ اس لئے میں رشتہ داروں کو مل کر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کئے بغیر واپس قادیان آگیا۔ صبح جب میں دفتر جا رہا تھا تو محترم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے مجھے اپنے پاس بلا کر آہستہ سے فرمانے لگے کہ میرا ایک خواب سن لو پھر آگے جانا۔ فرمایا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ تم پاکستان گئے ہو اور حضور سے منہ پھیر کر بغیر ملاقات کئے واپس آگئے ہو۔ یہ خواب سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میں سراسیمگی کی حالت میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر میں بولا کہ بھائی جی فی الواقعہ آپ کی خواب درست ہے۔ میں بدنصیب پاکستان گیا تھا اور حضور کی ملاقات کئے بغیر صرف رشتہ داروں کو مل کر واپس آگیا ہوں۔ اور اب میں عہد کرتا ہوں کہ کل ہی میں انشاء اللہ واپس پاکستان جا کر حضور سے ملاقات کر کے آؤنگا۔ چونکہ میرا ویزا ابھی باقی تھا۔ اس لئے میں چھٹی لے کر واپس ربوہ گیا اور ملاقات کر کے پھر واپس آیا۔ اور جب تک ملاقات نہیں ہوئی استغفار اور دعاؤں میں مشغول رہا۔ ان دنوں مالی تنگی کی بھی انتہا تھی قرض لے کر یہ سفر اختیار کیا۔ اور ملاقات کے بعد طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔

معجزانہ طور پر مالی امداد۔ جب میں ربوہ میں تھا تو مالی تنگی کافی پیدا ہوگئی اس حالت میں صرف دعا کرتا رہا اور نگاہ آسمان کی طرف رکھی کسی رشتہ دار سے ذکر نہیں کیا۔ اچانک ایک دن میں ربوہ کے دفاتر میں پھر رہا تھا تو کسی نے مجھے آواز دی کہ اُمور عامہ کے دفتر میں آپکو یاد کیا جا رہا ہے۔ پہلے تو میں ڈرا کہ خدا جانے امور عامہ میں کیوں طلبی ہوئی ہے جب ناظر صاحب اُمور عامہ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے کسی زمانے میں کسی کمپنی میں حصہ رکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں مگر وہ کمپنی تو پارٹیشن کی نذر ہوگئی ہے اور اس کا کام ختم ہوگیا ہوا ہے اب اس سے کیا تعلق۔ فرمانے لگے یہ درست ہے مگر حساب وکتاب کے بعد ان کمپنی والوں نے جن کے حصے تھے جنکی رقم بنتی تھی وہ اُمور عامہ میں جمع کروا دی۔ لہٰذا آپ یہ چیک لیں اور محاسب سے وہ رقم منگوا لیں یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا اور دل ہی دل میں خدا کی قدرتوں اور اچانک تائید الٰہی کا یہ نظارہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا کہ خدا کے پیارے بندے حضرت المصلح الموعودؓ کی ملاقات کیلئے جو میں نے مالی تنگی اُٹھائی تھی حضورؓ کی برکت سے اسکا فوراً ازالہ محض خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

باتیں تو اور بھی ہیں مگر میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میرے پیارے خوش نصیب احمدی بھائیو! آپ کو خدا تعالیٰ نے احمدیت جیسی عظیم نعمت اور پھر خلافت حقہ اسلامیہ کی بہت ہی برکتوں اور رحمتوں والی نعمت سے نوازا ہے۔ اس لئے خلافت سے وابستگی اور مخلصانہ بلکہ عاشقانہ تعلق اور اطاعت گزاری انتہائی ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور خوشنودی احمدیوں کیلئے اس مبارک طریق سے ہی مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو خلافت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رکھے اور اعلیٰ درجہ کے اطاعت گزار بنائے۔ آمین۔ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں حضرت المصلح الموعودؓ پر اور آپ کے والدین پر اور آپ کی اولاد پر نازل فرمائے۔ آمین ؛

Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad, Khalifa-tul-Masih II with Khuddams in the ground of Talim-ul-Islam College, Qadian in 1939.

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ اپنے خدّام کے ہمراہ تعلیم الاسلام کالج قادیان (حال سکھ نیشنل کالج) کی گراؤنڈ میں ــــ !!
تعلیم الاسلام کالج کی مسجد نورؔ میں ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور ۳۳ سال تک قادیان دارالامان سے جماعتِ احمدیہ اور اہلِ دُنیا کی نہایت کامیاب رُوحانی قیادت فرمائی۔ تقسیمِ ہند و پاک کے وقت لاکھوں مظلوم مسلمانوں کو اس وسیع وعریض گراؤنڈ کی عمارات میں پناہ دے کر انہیں بحفاظت پاکستان پہنچانا آپ کے دَور کے زرّین کارناموں میں سے ایک ہے ۞

****

ہجرتِ قادیان ۳۱ر اگست ۱۹۴۷ء تا وفات نومبر ۱۹۶۵ء آپ پہلے لاہور اور پھر ربوہ پاکستان میں مقیم رہے۔ ربوہ شہر کی تعمیر آپ کے دَور کے سنہری کارناموں میں سے ایک ہے۔ ربوہ میں آپ کا تابناک دَورِ خلافت اٹھارہ سالوں پر محیط ہے ــــ !!
زیرِ نظر تصویر (اُوپر) آپ دارالہجرت ربوہ کے ایک ابتدائی سالانہ اجتماع سے خطاب فرمارہے ہیں۔ (نیچے) خدّام کے درمیان محبت و شفقت کے پھول برساتے ہوئے۔

****

حضُورِ انور کا ایک اہم اور تاکیدی ارشاد

محترم ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب لندن اپنی سرکلر چٹھی $\frac{T-19}{9-1-94}$ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی رنگین تصویر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں آئی تو آپ نے اس کو رنگین بنانے کے فعل پر کراہت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی رنگین تصویر بنائی ہے انہوں نے ناجائز حرکت کی ہے اور اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فوراً یہ سلسلہ بند کریں۔ پہلے بھی مَیں نے سختی سے اِس سے منع کیا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کہاں رنگین تصاویر کا رواج تھا۔ کلر فلمنگ تو بہت بعد کی ایجاد ہے۔ اس لئے اصل جیسی تھی ویسی ہی رہنے دیں۔ اور ہرگز اصل کو نہ چھیڑا جائے۔ جس کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تصاویر بنا رکھی ہیں یا خرید کر گھروں میں لگائی ہوئی ہیں، یا البمز میں محفوظ رکھی ہیں وہ سب اُن کو تلف کر دیں۔ اور جو لوگ یہ کاروبار کر رہے ہیں وہ استغفار کریں کہ اُنہوں نے یہ حرکت کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اور اب اس کا خمیازہ یہی ہے کہ جو بھی رنگین تصویر حضرت مسیح موعودؑ اُن کے پاس ہے وہ اُسے ضائع کر دیں۔ جو اصل ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے اس میں رنگ بھرنا نہ صرف تصنع ہے بلکہ خطرناک حد تک اصل سے ہٹا دیتا ہے۔ اِس لئے یہ سلسلہ بند کیا جائے اور آئندہ ایسی حرکت کا اعادہ نہ ہو۔"

جملہ اُمراء و صدر صاحبان اور احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ سیدنا حضور انور کے اِس اہم اور تاکیدی ارشاد پر فوری عملدرآمد کرکے ممنون فرمائیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ۔

ناظر تبلیغ و اشاعت قادیان

اِمتحان دِینی نصاب برائے سال ۹۵-۱۹۹۴ء

تمام مبلغین و معلّمین کا امتحان دینی نصاب ۱۵؍مئی ۱۹۹۴ء کو ہوگا۔ انشاء اللہ۔ نصاب کی تفصیل درج ذیل ہے:-

- نصاب برائے مبلغینِ کرام :- "تبلیغِ ہدایت" (تصنیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے)
- نصاب برائے مُعلّمینِ کرام :- "دینی معلومات کا بُنیادی نصاب" مکمل۔ (مرتبہ: مکرم حبیب اللہ خان صاحب) مطبوعہ از مجلس انصاراللہ۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

دَورہ نُمائندہ تحریکِ جدید برائے صُوبہ بنگال و اُڑیسہ

احبابِ جماعت کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم انیس احمد صاحب اَسلم نمائندہ تحریکِ جدید مورخہ ۷؍فروری ۹۴ء سے صُوبہ بنگال اور اُڑیسہ کا مالی دَورہ کر رہے ہیں۔ معیّن تاریخوں سے بذریعہ خطوط جماعتوں کو مُطلع کیا جا رہا ہے۔ جملہ عہدیدارانِ جماعت، مبلّغین و معلّمینِ کرام سے مخلصانہ تعاون کی درخواست ہے۔

وَکِیلُ الْاَعْلیٰ تَحْرِیکِ جَدِید قادیان